بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۳۹ شمارہ ۶

جون ۲۰۱۵ء

شعبان/رمضان ۱۴۳۶ھ

مجلس ادارت

مدیرِ اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 20 روپے

سالانہ: 200 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ——— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ——— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ——— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر 15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ — زلزلوں کا دینی اور سائنسی جائزہ — مبارک حسین مصباحی (۳)

---تحقیقات---

علمی تحقیقی — مولانا وصی احمد محدث سورتی: ایک شبہہ کا ازالہ — میثم عباس قادری رضوی (۶)

---فقہیات---

آپ کے مسائل — کیا فرماتے ہیں....؟ — مفتی محمد نظام الدین رضوی (۱۲)

---نظریات---

فکر امروز — طلبہ کی دینی واخلاقی ذمہ داریاں — علامہ محمد احمد مصباحی (۱۴)

---اسلامیات---

شعائر — واقعۂ معراج میں عقائد اہل سنت کی جلوہ گری (آخری قسط) — محمد عطاء النبی حسینی مصباحی (۱۹)

---شخصیات---

انوارِ حیات — آئینہ ہند سیدنا اخی سراج الدین — مفتی مطیع الرحمٰن رضوی (۲۵)

عکسِ حیات — مرشدِ اعظم ہند احسن العلما مارہروی (تیسری قسط) — مبارک حسین مصباحی (۲۹)

---بزم خواتین---

خم خانۂ سیادت — حضرت فاطمہ زہرا: حیات کے چند گوشے — مولانا اختر حسین فیضی مصباحی (۳۵)

---سیاسیات---

آئینۂ ہند — نفقہ کا شرعی حکم اور سپریم کورٹ کے فیصلے (دوسری قسط) — مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی (۳۹)

---بزم دانش---

فکر ونظر — رمضان المبارک عبادت وریاضت کا مقدس مہینہ — اختر حسین فیضی مصباحی/ اظہار النبی حسینی (۴۵)

---ادبیات---

نقد ونظر — عہد نبوی میں غیر مسلموں کے حقوق/ مفتی اعظم راجستھان — مبصر: محمد طفیل احمد مصباحی (۵۰)

خیابان حرم — حمد ونعت — محمد خلیل چشتی مصباحی/ حشمت رضا ساحل (۵۱)

---وفیات---

سفرِ آخرت — قاری محمد شبیر نوری کی رحلت/ الحاج عبد الحکیم عزیزی بنارسی کی اہلیہ کا وصال (۵۲)

---مکتوبات---

صدائے بازگشت — محمد خلیل مصباحی چشتی/ محمد عرفان قادری (۵۳)

---سرگرمیاں---

خیر وخبر — البرکات میں توسیعی خطبات/ مبارک پور میں دعوتِ اسلامی کا بیسواں اجتماع/ جلسۂ سنگ بنیاد دار العلوم حافظ ملت (۵۵)

اداریہ

زلزلوں کا دینی اور سائنسی جائزہ

مبارک حسین مصباحی

۲۵/ مارچ کو بذریعہ پلین ہم ایک بج کر ۱۵/ منٹ پر دہلی ایرپوٹ اترے ابھی بنارس کی فلائٹ میں چند گھنٹے باقی تھے سوچا کہ مبارک پور فون کرلیا جائے مگر چند بار کی کوشش کر کے ہم ناکام ہوگئے اس کے بعد مبارک پور سے فون آگیا، مبارک پور سے فون کرنے والے کے لب و لہجے میں گھبراہٹ صاف جھلک رہی تھی ان کا پہلا سوال یہ تھا کہ اس وقت آپ کہاں ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ ابھی تو ہم دہلی ایرپورٹ پر ہیں ان شاء اللہ شام تک گھر پہنچ جائیں گے، ہم نے دریافت کیا کہ یہ گھبراہٹ کیوں ہے جواب ملا کہ سوا بارہ بجے کے قریب زلزلہ آیا اور اس کے بعد بھی آیا، اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ آج آپ ہرگز نہ آئیں، ہم نے کہا کہ حالات کا پتا لگا کر جو مناسب ہوگا اسی کے مطابق اپنے سفر کا نظم کرلیں گے۔ اس کے بعد ہم نے دیگر احباب سے گفتگو کی احباب نے فرمایا کہ اس زلزلے کا نقصان کاٹھمنڈو نیپال میں شدید ہے، وہاں بہت سی بلڈنگیں بھی گری ہیں اور جانی نقصان بھی بڑی تعداد میں ہوا ہے اسی طرح نیپال سے متّصل انڈیا کے علاقوں میں بھی نقصانات ہوئے ہیں در اصل کسی بھی حادثے کے بعد نقصانات کی تفصیلات آہستہ آہستہ ہی منظر عام پر آتی ہیں۔ ۷/ بج کر ۱۵/ منٹ پر ہم بابت پور ایرپورٹ (بنارس) پہنچے اور وہیں سے ایک فوروہیلر ریزرو کر کے قریب دس بجے شام کو ہم گھر پہنچ گئے۔

راستے میں ڈرائیور نے بتایا کہ اس دہشت ناک زلزلے کی شدت ۷ء۸ تھی اس سے پورے علاقے میں عجیب و غریب خوف طاری ہے اس کا سب سے بڑا اثر نیپال میں ہے لگتا ہے وہاں ہزاروں جانوں کا نقصان ہوا ہوگا اور اس وقت بھی خطرہ منڈلا رہا ہے ہم مبارک پور پہنچے حیرت انگیز وحشت کا عالم تھا مبارک پور میں زلزلے کا شدید اثر تھا اور ہر شخص اپنی جگہ مضطرب تھا اسی کے ساتھ یہ خبریں بھی عام ہو رہی تھیں کہ روٹی بیلنے والے چکلوں پر، سلوں پر محمد ﷺ کا اسم گرامی نظر آرہا ہے، خیر اللہ کی قدرت سے کچھ بعید تو نہیں ہے ہم نے لاکھ کوشش کی مگر ہمیں کچھ نظر نہیں آیا، دو ایک روز کے بعد یہ مشہور ہوا کہ چاند الٹ گیا ہے ہم نے بھی بغور دیکھا مگر ہمیں اس کا الٹنا بھی نظر نہیں آیا۔ زلزلے کیوں آتے ہیں سائنس داں اپنے تجربات کی روشنی میں تجزیہ تو کرتے ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ وہ ابھی تک اس نتیجے تک نہیں پہنچے ہیں کہ زلزلے کب آئیں گے، انھوں نے یہ خبر بھی مشہور کر رکھی ہے کہ زلزلوں کے آنے کی اطلاع چوہوں، کتوں اور بندروں کو پہلے ہو جاتی ہے اور یہ جانور موقع پر اپنے مقامات چھوڑ دیتے ہیں مگر یہ سب ان کی سوچیں ہیں خیر یہ صحیح ہو یا غلط مگر ان سے یہ سچائی تو سامنے آجاتی ہے کہ انسان کی حس چوہوں، بندروں اور کتوں سے بھی کم ہے۔ انسان ہر چیز میں جلدی تو کرتا مگر یہ سب اس وقت کرتا ہے جب مصیبت سر پر آجاتی ہے، موجودہ زلزلوں سے ایک اندازے کے مطابق نیپال اور انڈیا میں دس ہزار افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں، کاٹھمنڈو وغیرہ میں سات ہزار آٹھ سو کی اطلاع پہلے زلزلوں سے تھی۔ اسی طرح انڈیا میں ۸۰/ افراد کے مرنے کی خبر تھی۔ ۱۲/ مئی کو منگل کی دوپہر، ۱۲/ بج کر ۳۸/ منٹ پر ایک مرتبہ پھر نیپال سے لے کر ہندوستان اور افغانستان سے لے کر چین تک کی زمین لرز اٹھی اور لوگ اپنے گھروں سے دوڑنے لگے، اس بار زلزلے کی شدت ۷ء۳ تھی اس کے بعد مزید پانچ جھٹکے محسوس کیے گئے۔ اس زلزلے سے نیپال میں چالیس افراد کے ختم ہونے کی خبر ہے جب کہ سیکڑوں لوگ زخمی ہوئے، اور درجنوں عمارتیں منہدم ہو گئی ہیں۔ نیپال سے قریب بہار میں ۲۸/ اور اتر پردیش میں ۴/ کے مرنے اور درجنوں لوگوں کے زخمی ہونے کی خبر ہے۔ نیپال کے تعلق سے یہ خبریں موصول ہوئی ہیں کہ وہاں کے اندازے اسی حد تک ہیں جہاں تک میڈیا والے پہنچ سکے جب کہ ایک بڑی تعداد دیہی علاقوں سے متعلق تباہی اور بربادی کی ہے۔ نیپال میں غربت و افلاس عام ہے مگر دنیا کے بڑے بڑے دولت مند جا کر وہاں عیاشیاں کرتے ہیں شرابیں پیتے ہیں اور عیش و وارفتگی کی حدوں کو پار کر جاتے ہیں دنیا میں یہ تو مشہور ہے کہ لڑکے لڑکیوں کو بھگا کر لے جاتے ہیں مگر نیپال کا

Mubarakmisbahi13@gmail.com

عالم یہ ہے کہ وہاں لڑکیاں لڑکوں کو لے کر فرار ہو جاتی ہیں۔ نیپال کے کاٹھمنڈو میں عشق و شوق کی وہ تمام خرافات ہوتی ہیں ایک عام انسان جن کا تصور بھی نہیں کر سکتا، کاٹھمنڈو کے تعلق سے مشہور تھا کہ وہاں اذانوں پر بھی پابندی عائد کی جا رہی تھی مگر اب یہ خبریں بھی آ رہی ہیں کہ مسلمانوں کو پیسے دے کر اذانیں پڑھوائی جا رہی ہیں۔ یہ زمانے کی فکروں کا بدلتا انداز ہے۔

اخباری بیانات اور الکٹرانک میڈیا کا کہنا ہے کہ اس زلزلے سے ۸۰/ لاکھ افراد متاثر ہوئے ہیں جب کہ بیس ہزار سے زائد افراد زخمی ہوئے، سیکڑوں تاریخی بلڈنگیں اور مندر نیست و نابود ہو گئے، یہ خدا کا قہر تھا۔

یاد کرو اس وقت کو جب صور اسرافیل پھونکا جائے گا، زمین و آسمان تہ و بالا ہو جائیں گے، زمین اپنے خزانوں کو اگلے گی، ہر انسان کے ہاتھ میں اس کی بدکرداری اور نیک نامی کا اعمال نامہ ہوگا، اس وقت ہر فرد اپنے حال میں پریشان و ششدر ہوگا، نہ باپ بیٹے کا ہوگا اور نہ بیٹا باپ کا، مرد و زن ہاہاکار میں لگے ہوں گے ہر نبی کی زبان پر ہوگا اذھبوا الی غیری اس دن شفاعت کبریٰ کا تاج شہنشاہ محشر ﷺ کے سر اقدس پر ہوگا انھیں اپنی گنہگار امت کا انتظار ہوگا۔ مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ دیگر انبیاے کرام اور رسولان عظام مجبور محض ہوں گے بلکہ وہ بھی اپنی شان کریمانہ کے مطابق شفاعت کریں گے، صحابۂ کرام، تابعین عظام، اولیاے امت، علماے عظام اور حفاظ کرام بھی شفاعت کرائیں گے۔

قیامت کی قیامت خیزیوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۟ۙ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۟ۙ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۟ۚ يَوْمَىِٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۟ۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۟ؕ يَوْمَىِٕذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۟ؕ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۟ؕ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۟۠ [الزلزلہ - ۹۹]

جب زمین تھر تھرا دی جائے جیسا کہ اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے اور آدمی کہے اسے کیا ہوا اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی، اس لیے کہ تمھارے رب نے اسے حکم بھیجا۔ اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تاکہ اپنا کیا دکھائے جائیں، تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

مندرجہ بالا سورہ کے ذیل میں صدر الافاضل حضرت شاہ محمد نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر خزائن العرفان کے چند اقتباسات پیش ہیں:

قیامت قائم ہونے کے نزدیک یا روز قیامت اور زمین پر کوئی درخت اور کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ باقی نہ رہے ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے۔ یعنی خزانے اور مردے جو اس میں ہیں وہ سب نکل کر باہر آ پڑیں۔ کہ ایسی مضطرب ہوئی اور ایسا شدید زلزلہ آیا کہ جو کچھ اس کے اندر تھا سب باہر پھینک دیا اور جو نیکی بدی اس پر کی گئی، سب بیان کرے گی حدیث شریف میں ہے کہ ہر مرد و عورت نے جو کچھ اس پر کیا اس کی گواہی دے گی کہے گی فلاں روز یہ کیا فلاں روز یہ (ترمذی) کوئی دہنی طرف ہو کر جنت کی طرف جائے گا، کوئی بائیں جانب سے دوزخ کی طرف۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مومن و کافر کو روز قیامت اس کے نیک و بد اعمال دکھائے جائیں گے مومن کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دِکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور کافر کی نیکیاں رد کر دی جائیں گی کیوں کہ کفر کے سبب اکارت ہو چکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مومن اپنی بدیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی، اس آیت میں ترغیب ہے کہ نیکی تھوڑی سی بھی کارآمد ہے اور ترہیب ہے کہ گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ پہلی آیت مومنین کے حق میں ہے اور پچھلی کفار کے۔

موجودہ زلزلوں کے تعلق سے سائنس دانوں نے بھی اپنا تجزیہ پیش کیا ہے جسے ہم اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کرتے ہیں:

نیپال کا تباہ کن زلزلہ ایک ایسی آفت تھی، جس کے بارے میں ماہرین جانتے تھے کہ یہ ضرور آئے گی، لیکن زلزلوں کے ماہرین کے پاس اب بھی ایسے زلزلوں کی تفصیلی پیش گوئی کرنے کے لیے مطلوبہ معلومات ناکافی ہیں۔ نیپال میں آنے والے زلزلے نے کاٹھمنڈو میں گھروں کو شدید نقصان پہنچایا، ثقافتی ورثوں کو تباہ کیا، جب کہ زلزلے کی وجہ سے ماؤنٹ ایوریسٹ پر لینڈ سلائیڈ میں بھی کئی لوگ مارے گئے۔ اموات کی تعداد اب تک ہزاروں میں ہے، لیکن ماضی کے تجربات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بیسیوں ہزار میں بھی جا سکتی ہے۔ نیپال خاص طور پر زلزلوں کی زد میں رہتا ہے، کیوں کہ یہ زیرِ زمین دو بڑی ٹیکٹونک پلیٹوں، انڈو- آسٹریلیائی پلیٹ اور ایشیائی پلیٹ، کی سرحد پر واقع ہے۔ ان دونوں پلیٹوں کے

آپس میں ٹکرانے سے ہمالیہ کے پہاڑوں نے جنم لیا اور اسی وجہ سے یہاں زلزلے معمول اور متوقع ہیں۔

۲۵/ اپریل کو آنے والا زلزلہ ۸ء۷/ شدت کا تھا۔ یہ ۱۹۳۴ء میں بہار میں آنے والے زلزلے کے بعد دوسرا بڑا زلزلہ تھا۔ کشمیر میں ۲۰۰۵ء میں آنے والے زلزلے کی شدت ۶ء۷/ تھی جس میں تقریباً ۸۰/ ہزار لوگوں کی جانیں گئی تھیں۔ انڈو۔ آسٹریلیائی ٹیکٹونک پلیٹ اور ایشائی ٹیکٹونک پلیٹ، جن کے آپس میں ملنے کی وجہ سے پچھلے ۵/ کروڑ برسوں کے درمیان ہمالیہ کے پہاڑ پیدا ہوئے ہیں، ان کا ٹکراؤ آج بھی جاری ہے جس کی وجہ سے یہ زلزلے آتے رہتے ہیں۔ یہ زلزلے پہاڑوں میں رہنے والوں کو لاحق خطرات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان خطرات میں سیلاب اور مونسون کی لینڈ سلائیڈز شامل ہیں۔ ۲۰۱۳ء میں کیدار ناتھ کا سانحہ، جس میں ۵/ ہزار لوگ مارے گئے تھے، اس کی ایک مثال ہے۔ زلزلے تب آتے ہیں جب زمین کی سطح پر تناؤ بڑھتا ہے، اور پھر عموماً پرانی فالٹ لائنز کی جگہ سے اس تناؤ کا اخراج ہوتا ہے۔ اس کیس میں یہ تناؤ ان دو ٹیکٹونک پلیٹوں کے آپس میں ٹکرانے کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے۔ کئی عوامل نے مل کر اس زلزلے کو آفت میں تبدیل کیا۔ ایک وجہ یہ تھی کہ اس کی گہرائی کافی کم تھی۔ اپنے مرکز پر یہ زمین سے صرف ۱۵/ کلومیٹر نیچے تھا۔ اس کی وجہ سے زمین ۳/ میٹر تک کھسکی اور فالٹ کا پھٹنے والا حصہ کاٹھمنڈو کے گنجان آباد علاقوں تک پھیل گیا۔

زلزلوں کے ماہرین کے پاس اب بھی اتنی معلومات نہیں، کہ وہ اس طرح کے زلزلوں کی تفصیلات کی پیش گوئی کر سکیں۔ زلزلوں کے تسلسل کو شماریات کے ذریعے اچھی طرح سمجھا جا چکا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم ایک ایک زلزلے کی پیش گوئی کرنے سے قاصر ہیں۔ اس خطے کی اس مخصوص جگہ پر اس وقت اتنے بڑے زلزلے کے آنے، اور ہمالیہ میں کسی دوسری جگہ پر نہ آنے نے سائنسدانوں کو پریشان کر دیا ہے۔ اس سوال کا جواب نہ ہونے کی وجہ سے زلزلوں سے نمٹنے کے لیے مطلوبہ تیاریاں کرنے میں دشواری پیش آتی ہے، جغرافیائی مطالعے میں نئی اور ڈیجیٹل تکنیکس، زمین کے خدوخال کی قدامت جاننے کے نئے طریقوں، اور طاقتور کمپیوٹر سمولیشن کی مدد سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ بڑے اور تاریخی انشقاق اور زلزلے کس طرح ہمالیہ میں ہونے والی جیالوجیکل تبدیلیوں سے ربط رکھتے ہیں۔ پچھلے ۲۰۰/ سے ۵۰۰/ برسوں میں ہمالیہ کے پاس موجود اترکھنڈ کی ۷۰۰/ کلومیٹر طویل پٹی، جس پر ایک کروڑ لوگ رہتے ہیں، میں کبھی بھی بڑا زلزلہ نہیں آیا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اب زلزلے کا وقت قریب آ رہا ہے؟ اترکھنڈ اور دوسری جگہوں پر ہماری تحقیق یہ واضح کر رہی ہے کہ کس طرح انشقاق کی لمبائی اور ہمالیائی زلزلوں کی شدت لمبے عرصے سے موجود جیالوجیکل ڈھانچوں سے جڑی ہوئی ہے۔ عالمی تحقیقی برادری اس بات پر کام کر رہی ہے کہ کس طرح زلزلوں کو بہتر انداز میں سمجھا جا سکتا ہے، تاکہ مستقبل میں ان کے اثرات کو کم کیا جا سکے۔

ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے میں دنیا کے چند بڑے گلیشیئرز واقع ہیں۔ ماحول کے تحفظ کے لیے کام کرنے والی مذکورہ تنظیم نے خبر دار کیا ہے کہ عالمی حدت میں اضافے کی وجہ سے ہمالیہ کی برف تیزی سے پگھلنا شروع ہو گئی ہے جس سے برصغیر ہندوپاک اور چین میں کروڑوں لوگوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئی ہیں۔ ڈبلیو ڈبلیو ایف نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ ہمالیہ کے گلیشیئرز اوسطاً ۱۰/ سے ۱۵/ میٹر سالانہ کے حساب سے کم ہو رہے ہیں۔ گلیشیئرز کے جلد پگھلنے کی وجہ سے ہمالیہ سے نکلنے والے دریاؤں میں طغیانی آئے گی لیکن کچھ عرصے بعد دریاؤں میں پانی کم ہو جائے گا جس سے ہندوستان، پاکستان، نیپال اور چین میں کروڑوں زندگیوں کو خطرہ ہوگا۔ واضح رہے کہ ہمالیہ، بحرِ منجمد شمالی کے بعد برف کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ ہمالیہ سے دنیا کے کئی بڑے دریا نکلتے ہیں جن میں سے نمایاں گنگنا، انڈس، برہم پتر، سلوین، میکانگ، ینگتیز اور زرد دریا ہیں۔ یہ چند اقتباسات ہم نے روزنامہ جنگ سے لیے ہیں۔

سائنسی تحقیق اپنی فکری محنتوں کا نتیجہ ہے مگر اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ زمین و آسمان میں کوئی حرکت نہیں ہے قرآن و حدیث اور علمائے محققین کی تحقیق یہی ہے، امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس موضوع پر متعدّد کتابیں لکھی ہیں، زلزلوں کے تعلق سے سائنس داں اپنی ظاہری تحقیقات اور نامکمل تجربات کی روشنی میں گفتگو کرتے ہیں، ہمیں ان کی تحقیقات سے انکار نہیں مگر جہاں ان کے قدم قرآن و حدیث اور تفاسیر سے مختلف ہوتے ہیں وہاں ہمارے فکر و قلم کو حرکت ہوتی ہے اور ہم وہی بولتے ہیں جن کا اظہار ائمۂ دین نے کیا ہے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ سائنس دانوں نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں بہت سے مسائل کا حل دریافت کیا ہے موت اور زندگی کا مسئلہ بلا شبہہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ زلزلہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے ایک عذاب ہے، بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے دنیا کے انسانوں کو حق و صداقت کا راستہ دِکھادے اور انھیں توفیق خیر عطا فرمادے۔

مولانا وصی احمد محدث سورتی

ایک شبہہ کا ازالہ

میثم عباس قادری رضوی

اس مقالہ سے آپ پر واضح ہوگا کہ "نزہتہ الخواطر" کے دیوبندی مؤلف نے اپنے "ہم مخرج" غیر مقلدین بھائیوں کی وکالت کرتے ہوئے شدید جانب داری سے کام لیا ہے اور اس بات کو بخوبی ثابت کیا ہے کہ دیوبندی حضرات کے اپنوں کے لیے اصول الگ ہیں اور بیگانوں کے لیے الگ، بہرحال ان کے "جامع الشواہد" پر کیے گئے اعتراض کا کافی شافی جواب اس تحریر میں دے دیا گیا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت علامہ مولانا وصی احمد مُحدِّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں ۔آپ اعلیٰ حضرت کے خاص احباب میں سے تھے۔آپ کی علمی عظمت و شان، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کی بارگاہ میں آپ کے مقام اور حالاتِ زندگی کے لیے "تذکرہ محدِّث سورتی" (مؤلِّف خواجہ رضی حیدر) ملاحظہ فرمائیں جو کہ پاکستان میں "سورتی اکیڈمی" سے ۱۹۸۱ء میں اور ہندوستان سے اپریل ۲۱۰۲ء کو "رضا اکیڈمی سے) شائع ہو چکی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلِّدین کے عقائد و اعمال کے متعلق ایک سوال کا نہایت شاندار اور مدلّل جواب "جامع الشواہد" کے نام سے تحریر فرمایا، جو ہندوستان بھر میں نہایت مقبول ہوا ۔اس کے علاوہ حضرت محدِّث سورتی نے "اَنْفَعُ الشَّوَاہِدِ لِمَن یُخْرِجُ الْوَھَابِیِّین عَنِ الْمَسَاجِدِ" کے نام سے ایک مختصر فتویٰ بھی تحریر فرمایا جس پر سیدی امامِ اہلِ سنّت مجدّد دین و ملّت محسنِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سمیت دیگر علما کی تصدیقات موجود ہیں (راقم کے پاس اس کا "کُتُب خانۂ اہلِ سنّت، پیلی بھیت" کا شائع کردہ نسخہ موجود ہے) "جامع الشواہد" کی علمائے اہلِ سنّت کے علاوہ (بقول غیر مقلّد مولوی ثناء اللہ امرتسری ان کے ہم مخرج) دیوبندی علما نے بھی تصدیقات کیں۔

"جامع الشواہد" پر دیوبندی مؤلِّف کا اعتراض:

مولوی عبدالحی حسنی دیوبندی صاحب نے "نزہتہ الخواطر" کے نام سے کتاب لکھنا شروع کی، جس کی وہ تکمیل نہ کر سکے، بعد میں اس کتاب کو مولوی ابوالحسن علی ندوی دیوبندی صاحب نے مکمل کیا، اس کتاب کے دیوبندی مؤلِّف "جامع الشواہد" کی بنا پر حضرت محدِّث سورتی سے بہت خفا ہیں اور یوں لکھتے ہیں:

"یہ ان فقہا میں سے ہیں جو نصوصِ حدیث پر عمل کرنے والوں سے متعصب ہوتے اور ان لوگوں کو سخت بُرا بھلا کہتے۔ان ہی لوگوں کی کتابوں سے مختلف اقوال جمع کر کے ان تمام اقوال کا ان کا مذہب بنا دیا اور ان اقوال کو ایسے معانی پر محمول کیا کہ ان کے کہنے والوں کو کافر کہا جا سکے، اس لیے ہر اس شخص کو کافر کہا جو اس پر عمل کرتا اور جیسی حدیث پر اعتماد رکھتا ہے۔بالآخر ان لوگوں کو اپنی مسجدوں سے نکالنے کا فتویٰ دے دیا اور اس کی پوری کوشش کرنے لگے کہ جس طرح ممکن ہو سکے فقہا کی بھی مہریں ان باتوں پر لگائی جا سکیں اور ان فقہا کی مہروں کا نام عربی میں رکھا "جامع الشواہد لاخراج غیر المقلّدین من المساجد" (یعنی، مسجدوں سے ان تمام غیر مقلّدوں کے نکالنے کی دلیلوں کے لیے جامع قول) اس مسئلہ میں لوگوں کی دلیلیں اور مہریں بے حد و حساب تھیں۔" (نزہتہ الخواطر، جلد ہشتم، ترجمہ بنام چودہویں صدی کے علمائے برصغیر، صفحہ ۶۴۴، دار الاشاعت اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

دیوبندی اعتراض کا مدلل جواب:

جواب کا حصہ اوّل، جس میں دیوبندی علماء سے "جامع الشواہد" کی توثیق ثابت کی گئی ہے:

قارئینِ ! "نزہتہ الخواطر" کے دیوبندی مؤلِّف کا اقتباس آپ نے ملاحظہ کیا جس میں انہوں نے (بقول مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلّد ان کے "ہم مخرج" اور بقول مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی ان کے "ہم عقیدہ") غیر مقلّد حضرات کی تردید پر مشتمل حضرت مولانا وصی احمد محدِّث سورتی کی کتاب "جامع الشواہد" سے ناراضگی کا اظہار

کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا محدّث سورتی ''نصوص حدیث پر عمل کرنے والے (غیر مقلّد وہابی) حضرات سے تعصّب رکھتے اور ان کو بُرا بھلا کہتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے ان (غیر مقلّد وہابی حضرات) کی کُتُب سے مختلف اقوال جمع کر کے ان کو غیر مقلِّدین کا مذہب بنادیا اور ان کو معانیٔ کفریہ پر محمول کیا۔''

دیوبندی مؤلِّف نے حسبِ عادت تعصّب کی بِنا پر اعتراض تو کر دیا، لیکن یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ ''جامع الشواہد'' کی تصدیق و تائید اکابر دیوبند بھی کر چکے ہیں اور یہ تصدیقات ''جامع الشواہد'' کے ساتھ شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

''جامع الشواہد'' میں غیر مقلّدین کی کُتُب سے پیش کیے گئے حوالہ جات درست ہیں: مولوی رشید گنگوہی دیوبندی

ا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی صاحب کی دیوبندی فرقہ کے نزدیک مستند سوانح ''تذکرۃ الرشید'' میں مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی صاحب نے ''جامع الشواہد'' کے متعلق کیے گئے ایک اعتراض کا گنگوہی صاحب کی طرف سے دیا گیا جواب نقل کیا ہے: ذیل میں ''تذکرۃ الرشید'' میں نقل کیا گیا اعتراض ملاحظہ کریں:

''زید اپنے آپ کو حنفی بتاتا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے اور آمد و رفت بھی رکھتا ہے یوں کہتا ہے کہ ''جامع الشواہد'' میں جو عقائد غیر مقلِّدین کے درج ہیں وہ غلط ہیں صاحبِ ''جامع'' نے غیر مقلّدوں پر تہمت کی ہے''۔

(تذکرۃ الرشید، جلد ۱، صفحہ ۱۷۸، مطبوعہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی، لاہور)

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہ قریبًا وہی اعتراض ہے جو صاحبِ ''نزہۃ الخواطر'' نے ''جامع الشواہد'' کے متعلق کیا ہے کہ ''جامع الشواہد'' میں غیر مقلّدین کے اقوال کو زبردستی کفریہ معانی پہنا کر ان کو کافر کہا گیا ہے یہاں بھی یہی اعتراض ہے جس کا جواب دیتے ہوئے مولوی رشید گنگوہی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''غیب کی بات تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلِّد تقیہ کر کے اکثر اپنے آپ کو حنفی کہہ دیتے ہیں اور واقع میں حنفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں۔ خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظّمہ میں غیر مقلِّد ہونے سے تبرّیٰ اور حلف کیا اور حنفی اپنے آپ کو بتلایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلّد تھے اور اب بھی وہ ویسے ہی ہیں سو جب امام کا یہ حال تو اُن کے مقتدی کیسے کچھ ہوں گے اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بدتر از ہنود کہنا معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے اور خود مخلص شاگرد اُن کے تقلیدِ شخصی کو شرک بتاتے ہیں تو یہ شخص مداح اُن کا کس طرح حنفی ہو سکتا ہے اور یہ دعویٰ اُس کا قابلِ قبول نہیں بظاہر حال۔ اور ''جامع الشواہد'' سے لاریب دوسرے غیر مقلِّدین بھی تبرّیٰ کہتے ہیں مگر جن جن رسائل سے صاحبِ ''جامع الشواہد'' نے نقل کیا ہے اُس میں ہرگز تحریف نہیں چند موقع سے بندہ نے بھی مطالعہ کر دیکھی ہے اور یہ عقائد بعض معتبروں کی زبانی دریافت ہوئے اور وہ خود اقرار کرتے ہیں پس یہ قول اس کا قابلِ طمانیت نہیں۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد ۱، صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹، مطبوعہ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی، لاہور)

قارئین آپ نے ''جامع الشواہد'' کے متعلق گنگوہی صاحب کے الفاظ ملاحظہ کیے جن میں وہ ''جامع الشواہد'' میں درج حوالہ جات کی تصدیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''یہ عقائد غیر مقلِّدین کے بعض معتبروں کی زبانی دریافت ہوئے اور وہ اس کا اقرار کرتے ہیں پس یہ قول اس کا قابلِ طمانیت نہیں'' لہٰذا ''جامع الشواہد'' کے متعلق دیوبندی فرقہ کے مزعومہ ''امام'' اور ''فقیہ النفس'' کے اس اعتراف کے باوجود صاحبِ ''نزہۃ الخواطر'' کا ''جامع الشواہد'' میں درج غیر مقلّدین کے عقائد و اعمال کے متعلق یہ کہنا کہ ''ان اقوال کو ایسے معانی پر محمول کیا کہ ان کے کہنے والوں کو کافر کہا جا سکے اس لیے ہر اس شخص کو کافر کہا جو اس پر عمل کرتا اور جیسی حدیث پر اعتماد رکھتا ہے بالآخر ان لوگوں کو اپنی مسجدوں سے نکالنے کا فتویٰ دے دیا''، ہم اہل سنّت کے ساتھ تعصّب اور غیر مقلّدین سے محبت کی عکاسی کرتا ہے

دیوبندی حضرات سے ایک زبردست مطالبہ:

''جامع الشواہد'' کے متعلق ان سطور سے انہوں نے اپنے تئیں تو حضرت محدّث سورتی کی تردید کی ہے لیکن اس کی زد میں ان کے گنگوہی صاحب بھی آ گئے جو ''جامع الشواہد'' کے تصدیق کنندہ ہیں اور دیوبندی مذہب کے مطابق گنگوہی صاحب کا مخالف ہدایت و نجات سے دور ہے۔ ''تذکرۃ الرشید'' میں گنگوہی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ ''آپ نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبانِ فیض ترجمان سے فرمائے ''سن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔''

(تذکرۃ الرشید، جلد ۲، صفحہ ۱۷، مطبوعہ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی، لاہور)

اب دیوبندی حضرات ”نزہۃ الخواطر“ کے مصنّف کو درست کہیں تو گنگوہی صاحب غلط قرار پاتے ہیں اور اگر گنگوہی صاحب کو درست کہیں تو مصنّف ”نزہۃ الخواطر“ گنگوہی صاحب کے مخالف ہوکر ہدایت و نجات سے دُور ہوتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں سے دیوبندی حضرات کو کون سی صورت قابل قبول ہے اس کا فیصلہ ان پر ہے۔ لیکن جو بھی فیصلہ کریں اس کی اطلاع ہمیں ضرور کر دی جائے تاکہ ہم بھی اس فیصلہ پر مطلع ہو سکیں۔

فتویٰ ”جامع الشواہد“ پر چودہ دیوبندی علما کی تصدیقات ہیں:

۲۔ مصنّفِ ”نزہۃ الخواطر“ نے ”جامع الشواہد“ پر اعتراض تو کر دیا لیکن خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ حقیقت بیان نہیں کی کہ اس پر چودہ ۱۴ دیوبندی علما کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی دیوبندی صاحبِ ”جامع الشواہد“ کی تصدیق کرتے ہوئے اپنی تصدیق میں:

”(۱) لہسن کھانے والے کو مسجد آنے سے ممانعت۔

(۲) حضرت عمر کا ایک مجذوبہ کو طوافِ کعبہ سے روکنا۔

(۳) حضرت علی کا ایک واعظ کو مسجد سے اس لیے نکالنا کہ اسے ناسخ و منسوخ کا علم نہ تھا (یہ تین نکات) بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”پس جب کہ روکنا مسجد کے آنے سے بسبب موجود ہونے ایک امر کے امورِ مذکورہ سے درست ہوا تو غیر مقلّدوں کو جو جامع اُمورِ مذکورہ کے ہیں نکالنا بطریقِ اَولیٰ درست ہوا اور بسبب لحوق مرضِ باطنی کے جو جذام سے بڑھ کر ہے اور مساجد میں اس کے آنے سے فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا، کما قال اللہ تعالیٰ: وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ“ باقی تحقیق اس رسالے کی رسالہ ”انتظام المساجد باخراج اھل الفتن والمفاسد“ میں جو اس عاجز کی تالیفات سے ہے موجود ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ الراقم خادم العلما محمد حبیب الرحمن لدھیانوی۔“ (جامع الشواہد مشمولہ کتاب غیر مقلدین کے متعلق عرب وعجم کے فتوے، صفحہ ۳۶،۳۵، مطبوعہ نعمان اکیڈمی، مکی مسجد بخاری روڈ ڈیوڑھا پھاٹک، گوجرانوالہ، ایضًا، جامع الشواہد مشمولہ کتاب ”شرعی فیصلے“ صفحہ ۴۷۵،۴۷۶، مطبوعہ مجلس تحفظ حدیث و فقہ، جامعہ اسلامیہ باب العلوم، کہروڑپکا)

مولوی حبیب الرحمان لدھیانوی دیوبندی کی اس تصدیق پر مولوی الٰہی بخش، مولوی حیدر علی، مولوی عبد الرحمن اور معین الاسلام صاحبان کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مولوی یعقوب نانوتوی دیوبندی کی تحریر بھی درج ہے جس میں وہ غیر مقلّدین کے متعلق لکھتے ہیں ”عقائد اس جماعت کے جب کہ خلاف جمہور اہل سنّت ہیں تو بدعتی ہونا ان کا ظاہر ہے اور مثل تجسیم اور تحلیل چار سے زیادہ ازواج کے اور تجویز تقیہ اور بُرا کہنا سلف صالحین کا فسق یا کفر ہے تو اب نماز اور نکاح اور ذبیحے میں اِن کے احتیاط لازم ہے جیسے روافض اور خوارج کے ساتھ احتیاط چاہیے حررہ محمد یعقوب النانوتوی عفا عنه القوی“

اس تحریر کے ساتھ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی، مولوی ابو الخیرات سید احمد دیوبندی، مولوی محمود حسن دیوبندی، مولوی محمد محمود دیوبندی، مولوی غلام رسول دیوبندی، مولوی مظاہر الحق دیوبندی، مولوی محمد حسن دیوبندی، مولوی عزیز الرحمن دیوبندی صاحبان کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ (جامع الشواہد مشمولہ کتاب ”غیر مقلّدین کے خلاف عرب وعجم کے فتوے“ صفحہ ۳۵،۳۶، مطبوعہ نعمان اکیڈمی، مکی مسجد بخاری روڈ ڈیوڑھا پھاٹک، گوجرانوالہ، ایضًا کتاب ”شرعی فیصلے“ صفحہ ۴۷۶، مرتب مولوی منیر اختر دیوبندی، مطبوعہ مجلس تحفظ حدیث وفقہ، جامعہ اسلامیہ باب العلوم، کہروڑپکا)

گنگوہی صاحب کی تصدیق شامل کرکے یہ کل چودہ دیوبندی علما ہیں جنھوں نے ”جامع الشواہد“ کی بھرپور تائید و تصدیق کی ہے۔

اب مؤلِّف ”نزہۃ الخواطر“ اور ان کے حامی ”جامع الشواہد“ کی تائید و توثیق کرنے والے اپنے مذکورہ بالا اکابرِ دیوبند کے بارے میں بھی یہی کہیں گے جو ”جامع الشواہد“ کے بارے میں کہا ہے؟ یا حسبِ معمول اپنوں کے متعلق زبان بند رکھی جائے گی؟ اگر ”جامع الشواہد“ کے دیوبندی مصدقین کے بارے میں زبان بند رکھی جائے گی تو اس سے آپ کی ایک اور ناانصافی دنیا پر مزید واضح ہوجائے گی کہ دیوبندی حضرات کے اپنے اور بے گانوں کے لیے اصول الگ الگ ہیں۔

فتوی ”جامع الشواہد“ کو دیوبندی غیر مقلِّدین کے خلاف اہم ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں:

۳۔ حضرت محدِّث سورتی کا یہ رسالہ ”جامع الشواہد“ دیوبندی معترض صاحب کے ہم مسلک علما کے درمیان بھی مقبولیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گوجرانوالہ سے ایک کتاب ”غیر مقلِّدین کے متعلق عرب و عجم کے فتوے“ شائع ہوئی (جس کا ابتدائیہ دیوبندی

حضرات کے مزعومہ امام اور مناظر مولوی امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی صاحب نے لکھا ہے) اس میں:

(۱) "تنبیہ الضآلین وھدایت الصالحین" مرتب مولوی عنایت علی دہلوی اور (۲) "فتویٰ علماے دہلی مع مواہیر و بعض نشانی" کے ساتھ حضرت مولانا وصی احمد مُحدِّث سورتی کا رسالہ (۳) "جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد" بھی شامل ہے۔

۴۔ اس کے علاوہ مولوی منیر احمد دیوبندی کی تالیف "شرعی فیصلے" (صفحہ ۴۴۲ تا ۴۸۹، مطبوعہ مجلس تحفظ حدیث و فقہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم، کہروڑ پکا) میں بھی رسالہ "جامع الشواہد" کی تلخیص اور اس پر لکھی گئی تمام تصدیقات نقل کی گئی ہیں کتاب "شرعی فیصلے" کے ٹائٹل پر یہ عبارت لکھی گئی ہے۔

"گذشتہ ڈیڑھ صدی میں غیر مقلِّدین کے متعلق عرب و عجم سے صادِر ہونے والے قدیم و جدید شرعی فیصلوں کا ایک مستند مجموعہ"

مولوی منیر احمد دیوبندی کا "جامع الشواہد" پر اعتبار:

۵۔ مولوی منیر احمد دیوبندی نے اپنی کتاب "شرعی فیصلے" میں "جامع الشواہد" کو غیر مقلدین کے خلاف ایک مستند ہتھیار کے طور پر شامل کیا ہے اس مجموعے کے شروع میں "سبب تالیف" کے عنوان کے تحت غیر مقلِّدین کے دو اقوال "جامع الشواہد" کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"۵۔ چاروں اماموں کے مقلِّد اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ و مجددیہ وغیرہ سب لوگ مشرک اور کافر ہیں۔ اعتصام السنہ ۷، ۸ (بحوالہ جامع الشواہد)

۶۔ مولوی محمد یسین نے رسالہ "اشعار الحق" میں سب مقلِّدین کو رافضی پلید اور شیطان و کافر لکھا ہے۔ (بحوالہ جامع الشواہد)۔" (شرعی فیصلے، صفحہ ۷، مطبوعہ مجلس تحفظ حدیث و فقہ، جامع اسلامیہ باب العلوم، کہروڑ پکا)

اب بتائیے! اگر "جامع الشواہد" میں غیر مقلِّدین کے بیان کیے گئے عقائد میں خیانت کی گئی ہے تو پھر مولوی منیر اختر دیوبندی کا ایسی کتاب کے حوالہ جات سے غیر مقلِّدین پر اعتراض کرنا کیسے درست ہوا؟

مولوی الیاس گھمن دیوبندی کا "جامع الشواہد" پر اعتماد:

۶۔ زمانۂ حال کے مشہور سارِق کُتُب مولوی الیاس گھمن دیوبندی نے اپنی کتاب "المہند اور اعتراضات کا جائزہ" میں بھی "جامع الشواہد" پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا حوالہ پیش کیا ہے، گھمن صاحب اس کتاب میں لکھتے ہیں:

"غیر مقلِّد عالم حسین خان لکھتے ہیں:

"انبیا علیہم السلام سے احکامِ دینی میں بھول چوک ہو سکتی ہے"

(رد التقلید بکتاب المجید، ص ۱۳)

نوٹ: اس کتاب پر مولوی نذیر حسین دہلوی اور جناب شریف حسین دہلوی وغیرہ اکابر غیر مقلِّدین کے دستخط اور مہریں موجود ہیں۔ بحوالہ "جامع الشواہد" ص ۱۴" (المہند اور اعتراضات کا جائزہ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ ۸۷ جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا)

مذکورہ بالا اقتباس سے ثابت ہو گیا کہ گھمن صاحب نے بھی "جامع الشواہد" کے حوالہ جات پیش کر کے "نزہۃ الخواطر" کے دیوبندی مؤلِّف کے "جامع الشواہد" کے متعلق مؤقف کی تردید کر دی ہے۔

اب بتایا جائے کہ اگر "جامع الشواہد" میں حضرت محدِّث سورتی نے غیر مقلِّدین کے عقائد و اعمال کے بیان کرنے میں تعصّب سے کام لیا تھا اور ان کو غلط اور کفریہ معانی پر محمول کیا تھا تو دیوبندی حضرات نے غیر مقلِّدین کے خلاف ترتیب دی جانے والی کتب میں اس ("جامع الشواہد") کو کیوں شامل کیا؟ اور غیر مقلِّدین کے خلاف لکھی گئی اپنی تحریرات میں اس کے حوالہ جات کیوں پیش کیے؟ (جواب دیتے وقت یہ بات ذہن نشین رہے کہ مولوی منیر احمد دیوبندی کی کتاب کے ٹائٹل پر اس کتاب میں شامل فتاویٰ ("جامع الشواہد" وغیرہم) کو "مستند" لکھا گیا ہے)۔

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کے اُصول سے بھی "جامع الشواہد" دیوبندی علما کے نزدیک معتبر ثابت ہو گئی:

۷۔ دیوبندی حضرات کے امام مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں: "جب کوئی مصنّف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنّف کا نظریہ ہوتا ہے"۔ (تفریح الخواطر، صفحہ ۷۹، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

گکھڑوی صاحب کے بیان کردہ اس اُصول سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر "جامع الشواہد" میں کوئی حوالہ یا استدلال غلط ہوتا تو دیوبندی حلقہ کی طرف شائع ہونے والی دو کُتُب "غیر مقلِّدین کے متعلق عرب و عجم کے فتوے" اور "شرعی فیصلے" کے مرتّب و مؤلّف صاحبان

"جامع الشواہد" میں ایسی خامیوں کی نشاندہی ضرور کرتے لیکن انہوں نے اس طرح کی کوئی نشان دہی نہیں کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ "جامع الشواہد" ان دیوبندی حضرات کے نزدیک بھی معتبر ہے۔ لہٰذا اب دیوبندی حضرات یہ بتائیں کہ "نزہۃ الخواطر" کے دیوبندی مؤلّف کو غلط قرار دیں گے یا سرفراز گکھڑوی صاحب کے اُصول کو غلط قرار دیں گے؟ بتائیے کون سی بات قبول ہے؟

مولوی عبدالحق بشیر دیوبندی کی طرف سے "جامع الشواہد" کی زبردست تائید:

مولوی محمود احمد سلفی ابن مولوی اسماعیل سلفی اپنی کتاب میں مولوی عبدالحق بشیر دیوبندی کی کتاب "فتویٰ امام ربانی بر مرزا قادیانی" سے ایک اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا عبدالحق بشیر صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ: علمائے دیوبند کا یہ قابلِ فخر کارنامہ ہے کہ "ان فرنگی لٹیروں اور ان کے حاشیہ برداروں سے بچانے کے لیے انہوں نے باقاعدہ عملی جدوجہد کی چنانچہ اس فرقہ کی انھیں خطرناک اور اسلام دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے تمام جید علمائے ہند وحجاز کی طرف سے یہ فتویٰ مشترکہ طور پر جاری ہوا کہ مساجد کے اندر فساد برپا کرنے والے اور مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق کے خلاف سرگرمیاں جاری کرنے والے ان فسادی لوگوں کا داخلہ اہل سنّت جماعت کی مساجد میں بند کر دیا جائے کیوں کہ یہ لوگ فساد مچانے والے اور گستاخ۔ اہل سنّت ان کو اپنی مساجد میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں یہ انگریز کے ایجنٹ ہیں ان کا کام مساجد میں فساد کرنے کے سوا کچھ نہیں انہوں نے ملّت اسلامیہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور مساجد کو جھگڑوں کا اکھاڑہ بنا دیا اور آئے دن مساجد میں نت نئے جھگڑے پیدا کرتے رہتے ہیں، علمائے دیوبند اور علمائے حجاز کا یہ فتویٰ پہلے "انتظام المساجد" کے نام سے، دوسری دفعہ "جامع الشواہد" کے نام سے شائع ہوا اِس فتویٰ نے اس فرقہ کی حیثیت اور ساکھ ختم کر دی (ص ۱۳)" (علمائے دیوبند کا ماضی، صفحہ ۱۳۵، مطبوعہ ادارہ نشر التوحید والسنۃ، لاہور، جولائی ۲۰۰۳ء)

مولوی عبدالحق بشیر دیوبندی کا اقتباس قارئین نے ملاحظہ کیا جس میں انھوں نے لدھیانہ کے دیوبندی علما کی تالیف "انتظام المساجد" کے ساتھ ساتھ عالمِ اہل سنت حضرت مولانا وصی احمد مُحدِّث سورتی کے فتویٰ "جامع الشواہد" کو علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈال لیا اور اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس فتویٰ "جامع الشواہد" کی تائید جید علمائے ہندوستان وحجاز نے کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس فرقہ کی حیثیت اور ساکھ ختم ہو کر رہ گئی۔ الفضل ماشهدت به الاعداء.

اب آپ ہی بتائیے کہ ایک طرف مولوی عبدالحق بشیر دیوبندی 'جامع الشواہد' کی مقبولیت اور اس کے فوائد کی وجہ سے اس کو علمائے دیوبند کا کارنامہ بتاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے علما کو جید علما کہتے ہیں جب کہ دوسری طرف "نزہۃ الخواطر" کے دیوبندی مؤلّف "جامع الشواہد" کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ ان فقہا میں سے ہیں جو نصوص حدیث پر عمل کرنے والوں سے متعصّب ہوتے اور ان لوگوں کو سخت بُرا بھلا کہتے۔ ان ہی لوگوں کی کتابوں سے مختلف اقوال جمع کر کے ان تمام اقوال کا ان کا مذہب بنا دیا اور ان اقوال کو ایسے معانی پر محمول کیا کہ ان کے کہنے والوں کو کافر کہا جاسکے، اس لیے ہر اس شخص کو کافر کہا جو اس پر عمل کرتا اور جیسی حدیث پر اعتماد رکھتا ہے۔ بالآخر ان لوگوں کو اپنی مسجدوں سے نکالنے کا فتویٰ دے دیا اور اس کی پوری کوشش کرنے لگے کہ جس طرح ممکن ہو سکے فقہا کی بھی مہریں ان باتوں پر لگائی جاسکیں اور ان فقہا کی مہروں کا نام عربی میں رکھا "جامع الشواهد لاخراج غير المقلّدين من المساجد" (یعنی مسجدوں سے ان تمام غیر مقلّدوں کے نکالنے کی دلیلوں کے لیے جامع قول) اس مسئلہ میں لوگوں کی دلیلیں اور مہریں بے حد وحساب تھیں۔" (نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ترجمہ بنام چودھویں صدی کے علمائے برصغیر، صفحہ ۶۴۴، دار الاشاعت اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

دیوبندی حضرات بتائیں کہ "جامع الشواہد" کی بھرپور تائید و توثیق کرنے والے مولوی عبدالحق بشیر دیوبندی اور "جامع الشواہد" کی مخالفت کرنے والے دیوبندی مؤلّف "نزہۃ الخواطر" میں سے کون سا دیوبندی عالم غلط بیانی سے کام لے رہا ہے؟

وہابیہ دیوبندیہ کے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی طرف سے "جامع الشواہد" میں درج غیر مقلّدین کے بعض عقائد کی تصدیق:

دیوبندی اور وہابی حضرات کے مشترکہ امام الہند ابوالکلام آزاد اپنی کتاب "آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی" میں "جامع الشواہد" کے متعلق یوں گویا ہوتے ہیں:

"اس زمانے میں ہندوستان میں ایک فتویٰ "جامع الشواھدفی اخراج الوھابیین عن المساجد" کے نام سے مرتّب ہوا تھا اس میں چند عقائد تو واقعی اس جماعت کے تھے۔"

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی، صفحہ ۸۹، مطبوعہ مکتبہ اشاعت القرآن، دہلی۔ بار دوم ۱۹۶۵ء)

ابوالکلام آزاد نے یہ تسلیم کیا ہے کہ "جامع الشواہد" میں غیر مقلدین کے بیان کیے گئے چند عقائد واقعتاً غیر مقلّدین کے ہیں جب کہ دوسری طرف "نزہۃ الخواطر" کے دیوبندی مؤلّف کا مؤقف یہ ہے کہ "جامع الشواہد" میں غیر مقلّدین کے عقائد کو غلط معانی پر محمول کیا گیا ہے۔ ابوالکلام آزاد صاحب کے اس اقتباس سے اتنا تو بہر حال ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک مؤلّف "نزہۃ الخواطر" کا "جامع الشواہد" کے متعلق اعتراض مکمل حقائق پر مبنی نہیں۔ کیوں کہ مؤلّف "نزہۃ الخواطر" نے "جامع الشواہد" کو مکمل طور پر غلط اور حقائق کے منافی قرار دیا ہے۔ دیوبندی حضرات بتائیں کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے؟

وہابیہ دیوبندیہ کے امام الہند ابوالکلام آزاد کے والدِ گرامی مولانا خیر الدین کا "جامع الشواہد" پر اعتماد:

ابوالکلام آزاد اپنے والد مولانا خیر الدین کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں علما و حاکم مکہ کے سامنے مولوی نذیر حسین دہلوی کو وہابیوں کا سرغنہ بتا کر ان کے عقائد زیادہ تر مولانا وصی احمد مُحدِّث سورتی کی کتاب "جامع الشواہد" سے پیش کیے تھے، ابوالکلام آزاد کے الفاظ ملاحظہ کریں:

"والد مرحوم نے مولانا نذیر حسین مرحوم کے عقائد کی فہرست زیادہ تر اسی "جامع الشواہد" سے اخذ کی تھی"۔ (آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی، صفحہ ۸۹، مطبوعہ مکتبہ اشاعت القرآن، دہلی۔ بار دوم ۱۹۶۵ء)

"جامع الشواہد" پر اعتراض کرنے والے دیوبندی مسٹر ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے کیا حکم بیان کریں گے جنھوں نے (جامع الشواہد) کو مستند تسلیم کرتے ہوئے اس کے مندرجات کو مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کے خلاف پیش کیا۔

جواب کا حصہ دوم، جس میں "جامع الشواہد" کی طرز پر غیر مقلّدین کے خلاف لکھی گئی دیوبندی علما کی اپنی یا ان کی معتمد کُتُب سے الزامی طور پر "جامع الشواہد" کو درست ثابت کیا گیا ہے:

دامن کو ذرا دیکھ:

۸۔ مولوی محمد لدھیانوی دیوبندی صاحب نے بھی ایک رسالہ "انتظام المساجد باخراج اھل الفتن والمفاسد" تحریر کیا، (جو کہ حضرت سیدی زینی دحلان مکی کے رسالہ "خلاصۃ الکلام" کے ترجمہ بنام "فیوضات سید احمد مکی فی بیان ارتداد محمد بن عبدالوہاب نجدی" کے ساتھ بھی شائع ہوا اس کے آخر میں مرزا قادیانی کی تردید میں ایک فتویٰ بھی درج ہے)۔ یہ مجموعہ ۱۳۰۷ ہجری میں "بہ اہتمام محمد عبداللہ المشہور ملک ہیرا تاجر کتب، لاہور" شائع ہوا۔ رسالہ "انتظام المساجد" کا خلاصہ مولوی عبدالقادر لدھیانوی، مولوی محمد لدھیانوی، مولوی عبداللہ لدھیانوی اور مولوی عبدالعزیز لدھیانوی دیوبندی صاحبان کے مجموعہ فتاویٰ بنام "فتاوی قادریہ" (صفحہ ۵۳ تا ۵۶، مطبوعہ در مطبع قیصر ہند لودھیانہ ۱۳۱۹ ہجری) میں بھی شامل ہے۔ اس رسالہ میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی، مولوی محمد حسین لاہوری، مولوی عطا محمد ہوشیار پوری اور جالیسری نامی غیر مقلد علما کی کُتُب میں درج ان کے مختلف اقوال کے متعلق سوال کیا گیا کہ ان کُتُب میں حضرت عمر فاروق کو بدعتی، اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستقر، تین طلاق والی عورت کے بغیر حلالہ کے پہلے شوہر سے نکاح کو جائز، ساس سے نکاح کو درست، جمعہ کی شرائط کو شیطانی افعال، وطی فی الدبر کو جائز اور حضور ﷺ کو خنزیر کی چربی سے بنی چیزیں کھانے والا لکھا گیا ہے (نعوذ باللہ) ان سوالات کے جواب میں مولوی محمد لدھیانوی دیوبندی نے حضور ﷺ کے متعلق غیر مقلّدین کے اس افترا کی وجہ سے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ملاحظہ ہو رسالہ "انتظام المساجد مع رسالہ فیوضات سید احمد مکی فی بیان ارتداد محمد بن عبدالوھاب نجدی وتردید غلام احمد قادیانی" صفحہ ۲۸،۲۹

(باہتمام محمد عبداللہ المشہور ملک ہیرا تاجر کُتُب، لاہور)

اس رسالہ میں دیوبندی مولوی صاحب غیر مقلّدین کے بارے میں لکھتے ہیں: "اگرچہ تم لوگ اپنے زعم میں مثل خوارج وغیرہ فرقہائے باطلہ کے اپنے آپ کو عاملِ قرآن سمجھتے ہو لیکن جب تم بموجب تحقیق اہلِ سنّت جماعت کی مثل خوارج کے در پردہ منکرِ قرآن ہوئے تو ہم تم کو اہلِ حق کس طرح قرار دیں اور نیز جب کہ ہم لوگ تمھارے نزدیک مشرک ہوئے پس مسلمان جاننا ہمارا تم کو گویا اپنے مشرک ہونے پر اقرار کرنا ہے پس بنا بر تحقیقات صدر اخراج کرنا انکا مساجد سے لازم ہے۔" (انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد، صفحہ ۳۰، مطبوعہ باہتمام محمد عبداللہ المشہور ملک ہیرا تاجر کُتُب، لاہور ۱۳۰۷ ہجری)

....(جاری)

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

زکات اور صدقات واجبہ اور نافلہ کے مصارف

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

ہم نے ایک عمارت چار پانچ سال قبل عوامی چندے سے خریدی، جس کے لیے ہم نے زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ صدقۂ نافلہ وغیرہ وصول کیا۔ چندہ کرتے وقت اکثر کو یہ بتایا گیا کہ اس عمارت میں مسجد، مدرسۃ المدینہ، جامعۃ المدینہ، تربیت گاہ، مکتبہ، اسکول اور ہاسپٹل وغیرہ قائم کیے جائیں گے۔ لہٰذا اس عمارت میں پنج وقتہ نماز کے ساتھ جامعہ، مدرسہ، مکتبہ، تربیت گاہ وغیرہ قائم ہو چکے ہیں۔ کیا اب ہمیں اس عمارت میں ایک طرف اسلامی اسکول (جس کا نصاب عام اسکول سے الگ اسلام و سنیت اور شریعت کو ملحوظ رکھ کر بنایا گیا ہے۔) کھولنے کی اجازت ہوگی، جب کہ اس کے جانے آنے کا راستہ بھی الگ ہوگا۔ جواب باصواب عطا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب

زکاۃ اور صدقات واجبہ کے مصارف فقرا و مساکین ہیں۔ ان کے سوا عام مصارف مثلاً مدرسہ و مسجد وغیرہ میں صَرف کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مصرف بجاے خود قربت و کارِ ثواب ہو۔ اور اس کی حفاظت کے لیے تبرعات کی فراہمی بقدر کفایت نہ ہو سکے تو بہ وجہ مجبوری بقدر ضرورت یہ اجازت ہے کہ زکاۃ کی رقم کا حیلہ شرعیہ کر کے مصرفِ خیر مثلاً مدرسہ میں صَرف کی جائے۔ جو چیزیں امورِ دینیہ سے ہیں، جیسے اسکول اور کتب خانہ براے تجارت وہ بذاتِ خود قربات سے نہیں اور ان میں صرف کرنے کے لیے حیلۂ شرعیہ کی بھی اجازت نہیں۔ مگر سوال میں یہ صراحت ہے کہ زکاۃ کے ساتھ صدقۂ نافلہ وغیرہ کی رقم بھی عمارت کی خریداری میں شامل ہے۔ لہٰذا غیر معین طور پر عمارت کا کچھ حصہ صدقات نافلہ کے مقابل ہوگا۔ اس حصے میں اسکول اور مکتبہ برائے تجارت قائم کرنے کی اجازت ہے۔ فعلِ مسلم کی تصحیح کے لیے یہاں عمارت کے کچھ حصے کو زکاۃ کے مقابل اور کچھ کو صدقۂ نافلہ کے مقابل مانا گیا ہے۔ اور اس طرح کی تقسیم خود شریعت نے بہت سے امور میں روا رکھی ہے۔

ہاں اسکول اور مکتبہ میں زکاۃ کی رقم صَرف کرنا جائز نہ ہوگا، نہ اس کے لیے حیلہ کی اجازت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ضروری مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ایک حقیقی بیٹے نے اپنے والد کی زندگی میں اپنے اور بھائیوں کے برابر جائداد میں سے اپنے والد کی طرف سے حق و حصہ پایا۔ اسی حق و حصہ پانے والے نے گھر میں ہی رہ کر الگ سے کمایا اور فاضل آمدنی سے زمین خریدی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ والد ابھی زندہ ہیں اور صورت مسئولہ میں بیٹے کی خریدی زمین اور اس کے سرمایے میں والد کا حق و حصہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

> چار بیٹے ہیں اور چاروں باپ سے حصہ پانے کے بعد الگ الگ رہتے ہیں۔ حقیقی بیٹے نے الگ رہ کر اپنے طور پر جو کمایا اسی سے جائداد وغیرہ بنائی ہے، یہ بیان باپ نے دار الافتا اشرفیہ میں حاضر ہو کر دیا۔

الجواب

جب چاروں بیٹے الگ الگ رہتے ہیں اور الگ الگ اپنے طور پر کماتے ہیں، ایسا نہیں کہ باپ کے ساتھ رہ کر اس کے کسب میں معاون بنتے ہوں تو ایک بیٹے نے اپنے طور پر، اپنے کسب مستقل کے ذریعہ جو کچھ کمایا وہ اسی کی ملک ہے، اس میں دوسرے کا یہاں تک کہ اس کے باپ کا بھی کوئی حصۂ مالکانہ نہیں، ہاں! باپ کی خدمت، دل جوئی، اور امداد اس پر ضرور عائد ہوتی ہے، پھر باپ نے اسے اپنی جائداد سے دے کر اس پر احسان کیا ہے، یوں بھی اس کے بہت کچھ احسانات بیٹے کے ذمہ ہیں تو ان احسانات کا تقاضا یہی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا

سلوک کرے، بعض صورتوں میں ماں باپ کا نفقہ بھی بیٹے کے ذمے لازم ہوجاتا ہے، مگر عام حالات میں نہیں۔ ارشاد باری ہے۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔

(سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۲۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

چند اہم مسائل

(۱) سید نادار مصارفِ زکاۃ سے ہے یا نہیں، کیا زکاۃ کا مال اسے دیا جاسکتا ہے؟ دینے سے زکاۃ دینے والے کی زکاۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ زکاۃ کی رقم کے ذریعہ اس کی مدد کے لیے کوئی شرعی حیلہ کیا جاسکتا ہے؟ تو اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

(۲) مسلمانوں کو پٹاخوں کا کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایل. آئی. سی. (LIC) اور بینک سے جو بنام انٹرسٹ زائد رقم ملتی ہے اس کا حکم کیا ہے؟

مسائلِ بالا کا قرآن و حدیث اور فقہ کی معتبر کتابوں سے مفصل جواب عنایت فرمائیں، اللہ آپ کو دارین میں اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

الجواب

(۱) سید اگر مفلس و نادار ہے تو اس کی خدمت اپنے نجی مال سے کی جائے، سید کو زکاۃ دینا اور اسے لینا حرام و گناہ ہے۔ اگر اپنے نجی مال سے زیادہ خدمت نہ ہوسکے اور سید کو زیادہ کی حاجت ہو تو حیلہ شرعیہ کرکے وہ رقم بطور نذر پیش کریں۔ حیلے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی فقیر محتاج سنی طالب علم کو زکاۃ کے روپے دے کر اسے مالک بنادیں، پھر وہ اپنی خوشی سے سید صاحب کو دینے کے لیے واپس کردے، کسی عالمِ دین کے ذریعہ حیلۂ شرعیہ کرائیں تو اچھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) مسلمان یہ کاروبار نہ کریں۔ آتش بازی ناجائز و گناہ ہے اور گناہ پر تعاون بھی گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) ایل. آئی. سی. (LIC) اور حکومت کے بینک اور ڈاک خانوں میں روپے جمع کرنے پر انٹرسٹ کے نام پر جو زائد رقم ملتی ہے وہ فقہا کی نظر سے حلال و مباح ہے۔ لہٰذا وہ رقم ضرور وصول کرلیں، پھر چاہیں تو اپنے استعمال میں لائیں اور چاہیں تو مسلمان فقرا کو دے دیں اور مسلمان فقرا کو دینا افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

....

زید نے ۱۹۸۳ء میں بکر سے ۳۵۰۰۰ سواسکوائر فٹ زمین ۷۰۰۰ روپے میں خریدی تھی اور پوری قیمت ادا کردی تھی۔ البتہ زمین کی رجسٹری نہیں ہوپائی تھی، صرف یقین و اعتبار پر زید نے خریدی ہوئی آراضی پر گھر بنالیا تھا اور آج بھی اس زمین و مکان پر زید کا مکمل قبضہ ہے۔ اتفاق سے ۲۰۰۰ء میں بکر کی دماغی حالت کچھ خراب ہوگئی اور اس نے رجسٹری کرانے کی ذمہ داری اپنے بھتیجے کو سونپ دی۔ زید نے بھتیجے سے کئی بار رجسٹری کرانے کی گذارش کی تو وہ ٹال مٹول کرتا رہا اور آخر میں فریب دے کر زمین اپنی بیوی کے نام رجسٹرڈ کروادی۔ رجسٹری کے کچھ مہینے بعد بکر کا انتقال ہوگیا۔ صورتِ مسئولہ میں جاننا یہ ہے کہ فروخت شدہ زمین کو خریدار کے نام بیع نامہ نہ کرکے اپنی بیوی کے نام کروالینا شریعت کی نظر میں کیا ہے؟ بکر اور اس کے بھتیجا دونوں کا از روے شرع کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

زمین مذکورہ کا مالک زید ہے، اس کی رجسٹری بھی اسی کے نام ہونی چاہیے۔ اس لیے اس کے بھتیجے کو چاہیے کہ اس زمین کی رجسٹری زید کے نام کرادے تاکہ اس کی زمین دوسرے کی..........سے محفوظ ہوجائے، ساتھ ہی بکر کے حکم پر عمل بھی۔

بکر کے بھتیجے نے اپنی بیوی کے نام رجسٹری کرائی یہ غلط ہوا۔ اب بیوی کے ذریعہ اصل حق دار زید کے نام رجسٹری کرادے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

انڈیا بک اسٹور

چوڑی پٹی چوک، مقام و پوسٹ کشن گنج،
ضلع کشن گنج، بہار

دار العلوم گلشن فاطمہ

بلڈنگ اے، بی، ایم پبلک اسکول
محلہ ٹھاکوران بلراج، ضلع مراد آباد، یوپی

جناب حافظ محمد عارف صاحب

مومن پور روڈ، خضر پور، کولکاتا، بنگال

فکر امروز

طلبہ کی دینی و اخلاقی ذمہ داریاں

علامہ محمد احمد مصباحی

۱۹/ رجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۹/ مئی ۲۰۱۵ء بروز شنبہ دن میں دس بجے فارغین اشرفیہ کے لیے ایک الوداعیہ تقریب عزیز المساجد میں منعقد ہوئی، جس میں خیر الاذکیا حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا خصوصی خطاب بعنوان ”طلبہ کی دینی و اخلاقی ذمہ داریاں“ ہوا۔ خطاب کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کو شائع کر رہے ہیں تاکہ اس کی افادیت عام سے عام تر ہو سکے۔

جنید احمد مصباحی

خادم جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۲۷/ رجب ۱۴۳۶ھ/۱۷/ مئی ۲۰۱۵ء

نحمده و نصلي و نسلم على رسوله الكريم.

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

بہت سی باتیں وہ ہیں جو حالاتِ زمانہ کے باعث بیان کرنی پڑتی ہیں آج جو اشرفیہ مخالف ماحول بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ سے ہم کو بولنا پڑتا ہے، آپ لوگ شب و روز جامعہ اشرفیہ میں گزارتے ہیں درس گاہوں میں حاضر رہتے ہیں، دار الافتا میں جاتے آتے ہیں، اساتذہ سے، ارکان سے اور مفتیان کرام سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں، علمی باتیں ہوتی رہتی ہیں، ہر شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے کہ کیا جامعہ اشرفیہ میں دین اسلام اور سنیت کے علاوہ کوئی کام ہو رہا ہے؟ جس طریقے سے جامعہ اشرفیہ کے قیام کے وقت اور حضور حافظ ملت کی تشریف آوری کے وقت یہاں سے اسلام اور سنیت کا پیغام عام کیا جاتا تھا اس طریقے سے آج بھی اسلام اور سنیت کا پیغام عام کیا جا رہا ہے، پہلے جس طریقے سے اسلام کے تحفظ کے لیے، سنیت کے تحفظ کے لیے، اور امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمات کو عام کرنے اور ان کے تحفظ کے لیے یہاں خدمات انجام دی جاتی تھیں۔ اسی طور سے آج بھی خدمات انجام دی جاتی ہیں۔

اور ہم لوگوں کی، ارکان کی، متعلقین کی کوشش تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ اسلام کے خلاف اعتراضات غیر مسلموں کی طرف سے ہوتے ہیں ان کے جوابات کے لیے افراد تیار کیے جاتے ہیں، اور سنیت کے خلاف وہابیہ، دیابنہ، قادیانیوں کی طرف سے جو اعتراضات کیے جاتے ہیں اور لوگوں کو بہکانے کی کوشش کی جاتی ہے اشرفیہ نے اس کے خلاف بھی محاذ کھول رکھا ہے، طلبہ کو اس کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور کچھ طلبہ بھی ان کوششوں میں ساتھ دیتے ہیں، انھوں نے وہابیت کے خلاف کئی ایک کتابیں شائع کیں جیسے انوار ساطعہ جو زمانۂ دراز سے نایاب تھی اور الصوارم الہندیہ جو شیر بیشۂ اہل سنت کی اشاعت کے پچہتر سال بعد جامعہ اشرفیہ کے طلبہ نے چھاپی۔

اگر یہاں کے طلبہ یا اساتذہ حسام الحرمین سے ذرا بھی منحرف ہوتے، تو الصوارم الہندیہ شائع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جس میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی کی تکفیر کا حکم دیا گیا ہے اور اس پر دو سو اڑسٹھ (۲۶۸) علمائے ہند و سندھ کے دستخط ہیں ان کی تصدیقات ہیں۔ اگر یہ حضرات کچھ بھی اس مسلک سے منحرف ہوتے یا اس سے تھوڑی سی بھی اپنے دل میں کجی رکھتے تو اس طرح کی کتابیں شائع کرنے کی کوشش نہ ہوتی بلکہ یہاں یا اور کہیں اس طرح کی جو کتابیں ہوتیں ان کو بھی نکال کر دفن کر دیتے۔

لیکن دفن کرنے کا کام تو وہ لوگ کر رہے ہیں جو بزرگوں کے ورثہ سے غافل بیٹھے ہیں اور اسے دیمک کی نذر بنا رہے ہیں۔ جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کو دوبارہ شائع کرنے کی فکر نہیں ہے اور جو کبھی شائع نہیں ہوئی ہیں ان کو شائع کرنے کی فکر نہیں ہے، یہ فکر جامعہ اشرفیہ کی ہے جس نے فتاوی رضویہ جیسا اثاثہ شائع کیا جد الممتار جو شائع نہیں ہوئی تھی اس کو شائع کیا، اور کتنے مطبوعہ و غیر مطبوعہ رسائل ہیں جو اشرفیہ یا اس کے

فرزندوں کے ذریعہ شائع ہوئے، تو ہم اپنی جگہ سے ذرا بھی نہیں ہٹے ہیں بات کیا ہے؟ کچھ لوگوں نے اپنی انا کے لیے جامعہ اشرفیہ کی مخالفت کا بیڑا اٹھا لیا ہے۔

میں بھی دوسرے مدرسوں کو چھوڑ کر کے آیا ہوں ماضی قریب میں، میں نے فیض العلوم محمد آباد کو چھوڑا ہے اس سے پہلے ندائے حق جلال پور کو چھوڑا ہے، اس سے پہلے فیض العلوم جمشید پور اور اس سے پہلے دار العلوم فیضیہ نظامیہ بھاگل پور کو چھوڑا ہے لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہاں سے آنے کے بعد میں نے ان مدارس کی بدخواہی کی ہو اور ان میں کسی کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہو یا یہ سوچا ہو کہ میرے جانے کے بعد یہ مدرسہ بالکل ویران ہو جائے یا میں یہ ثابت کروں کہ یہاں کے اساتذہ بالکل بیکار ہیں اور کسی قسم کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں یا وہ دین و مسلک سے منحرف ہو چکے ہیں یا کسی بھی انتظامی اور تعلیمی محور سے ان کو یا ادارے کو میں نے نیچا دکھانے کی کوشش کی ہو۔

انسان کی ضرورت ہوتی ہے، وہ آتا جاتا رہتا ہے مگر ادارہ جو دین کا قلعہ ہوتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا جب تک اس سے دین کی خدمت ہو رہی ہے اس کی مخالفت کسی طریقے سے روا نہیں ہے۔

اگر کسی کے اندر کوئی کمی یا خامی پیدا ہوئی تو ہماری ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس خامی کو دور کریں، اس کا ازالہ کریں، کوئی ادارہ بجٹ کی کمی کی وجہ سے بدحالی کا شکار ہو گیا تو اس کی طرف ہم توجہ دیں اور اس کی ساکھ برقرار رکھنے کے لیے اس کے معاونین زیادہ فراہم کریں، اس کو پہلی راہ پر لائیں اور اگر وہاں کے لوگ وہاں کی تعلیم میں کوتاہی کر رہے ہیں تو ہم ان کو تعلیم کی طرف رغبت دیا کریں تربیت کی طرف رغبت دیا کریں۔ یہ ادارے سے ہمدردی کا تقاضا ہوتا ہے۔

اور ادارہ اگر اپنی روش پر جاری ہے دین متین کی عظیم خدمات انجام دے رہا ہے اس کے باوجود اس کی مخالفت ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دینی مرکز کی مخالفت کی جا رہی ہے اور عظیم پیمانے پر دین کا جو کام ہو رہا ہے اس کے اندر رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ دنیا کا بد ترین کام تو ہو سکتا ہے لیکن کار خیر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

اشرفیہ کو متعدّد بزرگوں نے چھوڑا ہے۔ ماضی قریب میں بھی، ماضی بعید میں بھی۔ مگر کسی نے نہ مسلک سے انحراف کا الزام لگایا، نہ وہ ماحول پیدا کیا جو آج منصوبہ بند طریقے پر پیدا کیا گیا ہے۔

اسی ماحول نے ہمیں یہ چیلنج دیا ہے اس کی اجازت دی ہے اور اس کی وجہ سے ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو دنیا کا بدترین کام ہو سکتا ہے اس کا بیڑا سر پر اٹھا لیا گیا ہے اور دین حق کی اشاعت، سنیت کے فروغ کا کام جو جامعہ سے ہو رہا ہے اس کو بڑھاوا دینے، اس کو پھیلانے، یا کم از کم اس کی مدح و ستائش کرنے اور اس کے حق میں کلمۂ خیر کہنے کی بھی گنجائش سینوں کے اندر نہیں ہے۔ کتنے تنگ دل ہیں یہ سینے!!

جو لوگ دور کے رہنے والے ہیں وہ حقائق نہیں جانتے۔ لیکن جو یہاں شب و روز گزارتے ہیں، اور یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہاں دین کو چھوڑ کر کے اور کون سا کام ہو رہا ہے، ہم ہمیشہ یہی تعلیم دیتے ہیں اور یہی بتاتے ہیں کہ آپ ہمیشہ دین و سنیت سے وابستہ رہیے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتابوں کا مطالعہ کیجیے کہ حقیقی علم ان کتابوں سے آپ کو حاصل ہوگا اور ساتھ ساتھ طرز تحقیق، طرز بیان، اور طرز گفتگو بھی معلوم ہوگا، جو چیزیں آپ کو بہت سی کتابوں میں کہیں نہیں ملیں گی وہ آپ کو اعلیٰ حضرت کے رسائل میں ملیں گی اور میں نے بارہا یہ سیمیناروں میں، مجمعوں میں کہا ہے اور نجی مجلسوں میں بھی کہ برصغیر کے ماحول میں اعلیٰ حضرت کے رسائل کے مطالعے کے بغیر کوئی شخص کما حقہ عالم نہیں ہو سکتا، یہاں ہم اس کو سند جاری کر دیتے ہیں عالم فاضل اس کو بتا دیتے ہیں، لیکن جس قدر وہ اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے دور ہوگا، اسی قدر اس کے اندر سطحیت زیادہ ہوگی اور جس قدر وہ کتب اعلیٰ حضرت کو گہرائی اور گیرائی سے دیکھے گا اسی قدر اس کے اندر ژرف نگاہی اور تعمق پیدا ہوگا اور اسی قدر اس کے علم میں جلا آئے گی۔ آپ خود اس کا مطالعہ کر کے تجربہ کر سکتے ہیں اور اس کا مطالعہ کرنا اور تجربہ کرنا ضروری بھی ہے، دو طرح کے انسان ہوتے ہیں ایک تو کم علم ہوتے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے علم کو روشنی بخشنے کے لیے اعلیٰ حضرت کے رسائل کا مطالعہ کریں، اور کچھ وہ ہوتے ہیں جنھوں نے درس نظامی کا کورس مکمل کر لیا اور ہر درجہ میں فرسٹ نمبر حاصل کیا تو سمجھ لیا کہ ہم بہت بڑے علامہ، فہامہ ہو گئے، وہ اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ طفل مکتب بھی نہیں ہیں جب ان کی تصانیف اور تحقیقات کو دیکھیں گے تو اندازہ ہوگا کہ کس جبل شامخ اور کس بلند پہاڑ کے سامنے ہم ہیں، کہتے ہیں:

جب تک اونٹ نے پہاڑ نہیں دیکھا ہے تب تک وہ سمجھتا ہے کہ اس سے بڑا کوئی نہیں ہے اور جب پہاڑ کے سامنے آتا ہے تب اس کو اپنی بساط معلوم ہوتی ہے تو اپنی بساط اور حقیقت معلوم کرنے کے لیے بھی ہم اس جبل شامخ کی کتابوں کا مطالعہ کریں، اس سے استفادہ بھی کریں اور ساتھ ساتھ اپنی اوقات بھی معلوم کریں کہ اتنی عمر صرف کرنے کے بعد ہم کہاں تک پہنچے۔

اشرفیہ سے متعلق جو میں نے بیان کیا یہ آج کی ضرورت ہے اور حالات کی پیداوار ہے کہ جو بات کہنے کی ضرورت ہمیں کبھی پیش نہیں آئی وہ آج ہمیں کہنی پڑ رہی ہے۔ کم از کم جن لوگوں نے مشاہدہ

کیا ہے وہ اپنے مشاہدہ کے لحاظ سے یہ برملا بیان کر سکتے ہیں کہ ہم نے یہی دیکھا، یہی جانا، یہی پہچانا کہ جامعہ میں آج بھی دین وسنیت ہی کا کام ہوتا ہے اور اس سے ذرا بھی بے اعتنائی نہیں ہے یہ آپ لوگوں کے اوپر سچی گواہی دینے کا فریضہ عائد ہوتا ہے، نہ یہ کہ آپ جھوٹوں کے جھوٹ میں اپنی آواز ملانا شروع کر دیں جو سچائی آپ نے دیکھی ہے اس سچائی کو بیان کرنا آپ کا فریضہ ہوتا ہے اور آپ کی ذمہ داری ہوتی ہے اور اتنا یاد رکھیں، میں یقین دلاتا ہوں کہ جن حضرات نے بغیر کسی تعصب کے بغیر حسد کے یہاں کی تعلیم کا، یہاں کے انتظام کا، یہاں کے اساتذہ کا، یہاں کی درسگاہوں کا مشاہدہ کیا ہے وہ اس بات کی گواہی ضرور دیں گے کہ آج بھی جامعہ اشرفیہ سے ویسے ہی خدمات انجام دی جارہی ہیں جیسے پہلے انجام دی جاتی تھیں ان میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔

رہ گیا یہ کہ جو فارغین ہمارے جارہے ہیں اور جو لائن پر لگے ہوئے ہیں سابعہ، سادسہ والے ان کو بھی جانا ہے انھیں آئندہ کے لیے کچھ نصیحت کی جائے تو عرض ہے کہ آدمی اپنی منزل خود متعیّن کر لیتا ہے کہ فارغ ہونے کے بعد ہم کو کیا کرنا ہے اور کس میدان میں اترنا ہے۔ کچھ یونیورسٹی کا رخ کرتے ہیں، کچھ مدارس کا رخ کرتے ہیں اور کچھ خطابت کا میدان اختیار کرتے ہیں، اور کچھ اہتمام کا کام دیکھتے ہیں جس طریقے کا بھی کام ہو اور جو بھی میدان اختیار کریں لیکن ضروری یہ ہے کہ آپ ایک مسلمان کی حیثیت سے رہیں۔

مسلمان کی حیثیت سے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دین پر سختی سے قائم رہیں اور جو فرائض وواجبات ہیں ان کی بجاآوری کریں، نماز اور جماعت کی پابندی کریں، آپ کو دیکھ کر لوگ دین کو سیکھیں، دین کو حاصل کریں۔ کچھ چیزیں وہ ہوتی ہیں جو دیکھ کر سیکھی جاتی ہیں اور کچھ چیزیں سن کر سیکھی جاتی ہیں آپ کا کردار ایسا ہونا چاہیے کہ لوگ آپ کو دیکھ کر نماز اور جماعت کی اہمیت محسوس کریں کہ یہ اہم چیز ہے کیوں کہ یہ عالم دین ہو کر کے کوشش کر رہے ہیں اور خود آپ کے اوپر مسلمان ہونے کی حیثیت سے بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جو فرائض ہیں ان کے اندر کوتاہی نہ کریں۔ کیریکٹر صاف ستھرا پاکیزہ ہونا چاہیے اس لیے کہ کردار کی ذرا بھی خرابی انسان کے اندر آتی ہے تو اس کی بڑی سے بڑی شخصیت بھی فوراً آسمان سے زمین پر گر جاتی ہے، اس لیے کردار اور کیریکٹر میں کسی طریقے کی خرابی کا گزر نہیں ہونا چاہیے، یہ آپ کے لیے ضروری ہے چاہے آپ کسی مدرسے میں رہیں، کسی یونیورسٹی میں رہیں، یا کسی مسجد میں رہیں، یا میدان خطابت میں رہیں، نماز وجماعت کی پابندی اور احکام خداوندی کی بجاآوری ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے اور تمام افعال وکردار کا شریعت حقہ کے مطابق ہونا ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ عالم دین عالم سنت ہونے کے ناطے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جس دین کو آپ نے حاصل کیا ہے اس دین کو دوسروں تک پہنچائیں اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ بندوں کے پاس امانت ہے جو لوگوں تک پہنچائی ہے اور اسلام اسی طریقے سے پھیلا ہے۔

ہمارے اسلاف کو جو دین حاصل ہوا اگر وہ اپنی قوم اور اپنی حد تک محدود رکھتے تو ہم آج مسلمان نہ ہوتے، انھوں نے اس دین کو بہت ساری مشکلات جھیل کر اور بہت سے مصائب برداشت کر کے گردن کٹوا کر کے اور طرح طرح کے مصائب وآلام کا سامنا کر کے دنیا کے اندر پھیلایا ہے تو آج ہم کلمہ لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھنے کے لائق ہوئے۔ اسلامی گھرانے میں پیدا ہوئے اور بچپن سے یہ کلمہ پڑھتے چلے آئے، اس لیے اس کلمہ کی عظمت واہمیت کو ہم کما حقہ نہیں سمجھتے لیکن جو کسی غیر مسلم سوسائٹی میں رہا ہو اور اس نے دھیرے دھیرے اسلام کو پہچانا ہو اور کلمۂ اسلام پڑھا ہو وہ اس کلمہ کی اہمیت کو خوب سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ اس کلمہ نے ہم کو کہاں سے کہاں تک پہنچایا۔

ایک عالم ہونے کی حیثیت سے آپ کی تبلیغی ذمہ داری ہوتی ہے کہ آپ اپنے دین کو دوسروں تک پہنچائیں اس کے لیے وقت نکالیں، راہیں نکالیں اسی طریقے سے عالم اہل سنت ہونے کی حیثیت سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جو باطل فرقے ہیں ان سے اہل سنت کو بچانے کی کوشش کریں بلکہ جو اہل باطل سے خلط ملط ہونے کی وجہ سے اپنی راہ سے کچھ منحرف ہو رہے ہیں ان کو بھی راہ حق پر لانے کی کوشش کریں، ہوتا یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص دکاندار ہے اب اس کے یہاں کچھ دیوبندی آکر بیٹھنے لگے اب دوسرا سنی اسے چھوڑ دیتا ہے کہ یہ تو دیوبندیوں سے ربط رکھتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی سنی اس سے ملتا نہیں ہے اور وہ خالص دیوبندیوں کے لیے خالی ہو گیا، انھیں کے ساتھ اس کا اٹھنا، بیٹھنا، گفت وشنید جاری ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو ذرا سی ہوا لگی تھی مگر کچھ دنوں کے بعد وہ پورا پکا دیوبندی ہو جاتا ہے۔

اگر ہم سنی لوگ اس کے پاس اٹھتے، بیٹھتے اس کو سمجھانے کی کوشش کرتے اور اس کے ذہن میں جو شبہات پیدا ہو گئے ہیں ان کا ازالہ کرتے تو وہ کبھی بھی دیوبندی نہیں ہو سکتا تھا اور وہ کبھی سنیت سے خارج نہیں ہوتا۔

یہ وہ چیز ہے جو بہت زیادہ عام ہو گئی ہے کہ اگر کسی نے ذرا سا بھی دوسروں سے ربط ضبط پیدا کیا بلکہ خود کرتا نہیں دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ خود سنیوں کے گھر آتے جاتے ہیں بھگانے پر بھی نہیں

مانتے، نماز جنازہ کا موقع ہے آدمی اس وقت خود ہی غم کے ماحول میں رہتا ہے کس کس کو بھگائے اس میں گھس آئیں گے۔

شادی میں بھی یوں تو بغیر بلائے نہیں آتے ہیں لیکن آنے کا راستہ ڈھونڈھیں گے اور دکان ہے، مکان ہے تو وہاں پر بھی آنے جانے کا راستہ ڈھونڈھیں گے تو وہ اپنے مذہب کے پرچار کے لیے کس قدر مضطرب اور پریشان رہتے ہیں اور اتنے حیلے اور تدبیریں اختیار کرتے ہیں کہ اچھے اچھے سنیوں کو بہکا دیتے ہیں، اس کے مقابلے میں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے اندر اس قسم کی تڑپ پائی جاتی ہے اور دوسرے لوگوں کو اپنانے کا راہ حق میں لانے کا کتنا جذبہ پایا جاتا ہے۔

کیوں کہ ہمارے یہاں عام روش یہ ہے کہ دوسروں کو اپنانے کا کچھ تصور نہیں ہے اپنا کوئی شخص ہے اور اس کے یہاں کسی دیوبندی کی آمد و رفت شروع ہوگئی تو اس کے یہاں آنا جانا بند کر دیا اور اس کو تنہا چھوڑ دیا۔ اور بالکل چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خالص دیوبندی ہوگیا اور اب اس کے لیے راہ حق کی طرف آنے کی کوئی صورت ہی نہیں رہی۔ تو یہ جو عام بلا چل پڑی ہے کہ نہ تو دوسروں کو اپنانے کا خیال اور نہ ہی اپنوں کو بچانے کا خیال، صرف یہ کہ اپنی حد تک سنی رہ جائیں باقی اگر کوئی بگڑ رہا ہے غلط ماحول میں جا رہا ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے تو یہ خود غرضی اور بے غرضی نہیں ہونی چاہیے، ہمارا بھائی ہم سے کٹ رہا ہے تو ہمیں اس کا درد ہونا چاہیے اس کی فکر ہونی چاہیے۔

سارے مومنین ایک دوسرے کے اعضا کی طرح ہیں اگر کوئی عضو کٹ رہا ہے اور اس کا درد نہ ہو تو یہ بہت ہی بے حسی کی چیز ہوگی ایسی بے حسی ہمارے اندر نہیں ہونی چاہیے۔ عالم اہل سنت ہونے کے لحاظ سے آپ کو دوسروں کو راہ راست دکھانے اور اپنوں کو بچانے کی فکر ہونی چاہیے، یہ آپ کے لیے ضروری ہے اور میں نے جو عام بلا ذکر کی ہے اس بلا سے بھی محفوظ رہنے کی کوشش کرنی چاہیے کوئی بگڑ رہا ہے تو اس کو سنبھالنے کی کوشش کرنا ہم پر فرض ہوتا ہے، نہ یہ کہ مزید بگڑنے کا موقع فراہم کیا جائے کہ اس کو بھی سمجھانے کے روادار نہ ہوں اس سے بات چیت کے روادار نہ ہوں، یہاں تک کہ وہ دوسروں کے نرغے اور گھیرے میں پورے طور سے آجائے۔

اس کے ساتھ ساتھ خود کو پابند رکھنا اور عالم کی حیثیت سے مسائل دینیہ کا جاننا بھی ضروری ہے کیوں کہ ایک تو عامی شخص ہوتا ہے اس کو جتنے مسائل کی ضرورت پیش آئے ان کا جاننا اس کے اوپر فرض ہوتا ہے لیکن عالم جس کی طرف لوگ رجوع کرتے ہیں تو دوسروں کے لحاظ سے بھی اس کے اوپر مسائل کا سیکھنا فرض ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ کون کون سے مسائل اس سے پوچھ سکتے ہیں دریافت کر سکتے ہیں ان کے لیے اس کو تیار رہنا ہوگا تاکہ ان کو جائز و ناجائز کی راہ بتا سکے اسی طریقے سے ہر شخص پر ضروری ہوتا ہے کہ وہ اعمال قلبیہ جو اس کے اوپر فرض ہیں ان کی بھی بجا آوری کرے، جیسے کہ اخلاص اور توکّل۔ یہ ہر شخص کے اوپر فرض ہوتا ہے کہ جو کام بھی کرے وہ اللہ کے لیے کرے اور ہر معاملے میں اللہ کی ذات پر بھروسا رکھے، یہ چیزیں لوگوں کے اوپر فرض ہوتی ہیں، اس کے لیے کتابیں داخل نصاب کی گئی ہیں۔

اسی طریقے سے کچھ کبائر قلبیہ ہیں یعنی بڑے گناہ جو قلب سے تعلق رکھتے ہیں ان کے اندر عُجب ہے یعنی دل میں اپنے کو اچھا سمجھنا، چاہے زبان سے نہ کہے اور اس سے بڑھ کر تکبر ہے یعنی اس کا اظہار بھی کرے۔

اسی طریقے سے ریا ہے یعنی کام تو کرتا ہے مگر اللہ کے لیے نہیں لوگوں کے لیے کرتا ہے، اسی طریقے سے حسد ہے یعنی کسی کو کچھ نعمت حاصل ہوئی تو اس کا زوال چاہے اگرچہ اس کے لیے اجازت ہے کہ وہ اپنے لیے بھی اس نعمت کا حصول چاہے لیکن دوسرے کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اس سے حسد کرتا ہے تو یہ امراض قلبیہ میں سے ہے جن سے بچنا فرض ہے۔

جس طریقے سے فرائض قلبیہ ہوتے ہیں اگرچہ فقہ کی رو سے باطن پر حکم نہیں لگایا جاتا ہے لیکن ہر شخص اپنے بارے میں جانتا ہے کہ اس کے اندر اخلاص و توکّل ہیں کہ نہیں، اور میرے اندر عُجب، کبر، حسد ہے کہ نہیں۔ یہ سب بھی گناہ کبیرہ ہیں جس طریقے سے زنا کرنا، چوری کرنا، چغلی کرنا، یہ گناہ کبیرہ ہیں، اسی طریقے سے عُجب، کبر، حسد یہ بھی گناہ کبیرہ ہیں، اور ان سے بھی اپنے کو بچانا ضروری ہے۔

اور جس طریقے سے ہمارے اوپر نمازیں فرض ہیں اسی طریقے سے اخلاص، توکل، تواضع، یہ بھی ہمارے اوپر فرض ہیں کہ ہمارا جو بھی عمل ہو نیک دلی کے ساتھ خالص اللہ کے لیے ہو اسی طریقے سے تواضع بھی ضروری ہے کہ انسان کتنا ہی بڑا ہو جائے مگر وہ اللہ کے لیے اپنے کو پست رکھے، دوسرے کے اوپر برتری ظاہر نہ کرے جیسا کہ حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"من تواضع للہ رفعہ اللہ" جو اللہ کے لیے اپنے کو پست کرے اللہ اس کے درجات بلند کرتا ہے، تو تواضع بھی ہمارے اندر ہونا بہت ضروری ہے اسی کے لیے کتاب ریاض الصالحین شامل نصاب ہے جو احادیث کریمہ پر مشتمل ہے اس کے اندر اخلاص، توکل اور تواضع وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے اور یہ ہمارے فرائض میں سے ہیں جن سے ہر مسلمان کو آراستہ ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اسی طرح عُجب، کبر وغیرہ سے باز رہنے کی بھی تعلیم دی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کو پاک رہنا ضروری ہے، ہمارے اندر ایسا معاشرہ پیدا ہو چکا ہے کہ یہ کبائر ہمارے لیے گویا کبائر ہی نہیں ہیں، یا ہیں تو بس صغائر ہیں اور یہ فرائض گویا کہ فرائض ہی نہیں ہیں، واجبات سے بھی کم درجے کے ہو گئے ہیں حالاں کہ یہ ہر شخص کے لیے ضروری ہیں۔ انسان کو مثلاً تواضع کے نہ ہونے کی وجہ سے اور کبر کے ہونے کی وجہ سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلاً ایک طالب علم جو ہمیشہ یہاں فرسٹ نمبر سے پاس ہوتا رہا، وہ اب دوسرے مدرسے میں پہنچا جہاں سمجھتا ہے کہ میں ہی سب سے بڑا قابل ہوں اور اپنی مدح و ستائش کا بڑا شائق رہتا ہے، طلبہ نے اس کی تعریف کر دی کہ بڑا اچھا پڑھاتے ہیں تو جناب پھولے نہیں سماتے۔ اور دوسروں کو کم تر سمجھنے لگتے ہیں اور پہلے سے جو تجربہ کار وہاں موجود ہیں ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، انجام یہ ہوتا ہے کہ خود جناب کا وہاں سے پتّا صاف ہو جاتا ہے۔

کوئی انسان اگر پورے طور سے مسلمان ہو یعنی اس کے اندر تواضع، توکّل، اور اخلاص کی صفت ہو، ریا، عُجب اور کبر سے دوری ہو تو یہ نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اور یوں بھی اخلاقی طور سے اور زمانے کے لحاظ سے سوچنا چاہیے کہ جو ہم سے پیش رو ہیں ان کی تعظیم کرنا ہمارے اوپر ضروری ہوتا ہے، پہلے سے جو خدمت کر رہے ہیں تو ان کی خدمت کا حق ہمارے اوپر ہوتا ہے اور اس کا لحاظ کرنا ہمارے اوپر لازم ہوتا ہے۔ جب اس طور سے آپ زندگی گزاریں گے اور اپنے باطنی فرائض کی بھی پابندی کریں گے تو ناکامی نہ ہوگی باطن کا محاسبہ خود آپ کی ذمہ داری ہے۔ علما تو ظاہر پر حکم لگائیں گے، باطنی طور پر آپ کے اندر کیا خوبی ہے، کیا خرابی ہے خود اس کا محاسبہ کر کے آپ سمجھ سکتے ہیں اور ان خوبیوں کو اختیار کرنا، اور برائیوں سے بچنا، یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ یہ یقین کریں کہ یہ جو خوبیاں ہیں فرائض میں داخل ہیں، اور جو خرابیاں ہیں وہ کبائر میں داخل ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔ اس طور سے انسان اپنے کو آراستہ کر لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ہر میدان میں کامیاب ہوگا کیوں کہ اس کا ہر کام اللہ کے لیے ہوگا اس کا ہر قدم اللہ کی راہ میں اٹھے گا اور وہ جو کچھ بھی کرے گا دین کے لیے کرے گا۔

ادارے کے ساتھ ہم دردی اور وفاداری کا ذکر شروع سے ہو رہا ہے۔ خود فارغین نے جو ترانہ پیش کیا جو نصیحت کی، ان سب میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہم جامعہ کے وفادار رہیں گے اور جامعہ سے دائمی تعلق رکھیں گے، یقیناً یہ سب کی ذمہ داری بنتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کے ساتھ اگر کوئی بھلائی کرے تو وہ اس کا بدلہ دے اور بدلہ نہ دے سکے تو کم از کم اس کا ذکر خیر کرے، اس کے لیے دعاے خیر کرے اگر یہ بھی اس نے کر لیا تو حق ادا کر دیا، ترمذی شریف کے الفاظ یہ ہیں: مَن اَثنی فقد شکر، و من کتم فقد کفر.

جس نے تعریف کی، ذکر خیر کیا تو اس نے شکر کیا اور چھپا کے رکھا تو اس نے کفران نعمت کیا۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہو سکتا۔

وہابیہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول کی تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ان کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، صرف اللہ کا احسان ماننا کافی ہے، کیوں کہ اسی نے دین دیا، اسلام دیا، ایمان دیا، رسول کا ہمارے اوپر کوئی احسان نہیں ہے۔ اسی طریقے سے انسان جب نہ ماننے پر آتا ہے تو وہ یہی کہتا ہے، ہمارے اوپر جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے نہ کسی ادارے کا ہمارے اوپر احسان ہے اور نہ کسی استاذ کا کوئی احسان ہے۔

جب آدمی ناشکری کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے یہ جملہ بول دیتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ." اس لیے اگر کوئی یہ سمجھے کہ ہم اپنے ادارے کے ساتھ بے وفائی کر کے، اپنے اساتذہ کے ساتھ بے وفائی کر کے اللہ کا حق ادا کر دیں گے تو یہ ممکن نہیں۔ جس نے آپ کے علمی سفر کا سامان کیا اور آپ کو قیمتی علوم سے، اعمال سے، ہدایات سے، تعلیمات سے آراستہ کیا اس کا اپنے اوپر کوئی احسان ہی نہ مانیں تو اس سے بڑھ کر کے ناشکری اور کفران نعمت اور کیا ہوگا۔

یہ ضروری ہے کہ انسان جہاں سے فیض پاتا ہے یا جہاں سے بھی حصہ پاتا ہے اس کو یاد رکھے، اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے کم از کم اس کا ذکر خیر ہی کرے اور دعاے خیر ہی کرے۔

اس ادارے کے ساتھ آپ کی وابستگی، اساتذہ کے ساتھ آپ کی محبت، ادارے کے ساتھ محبت ہونا بھی ضروری ہے، اس سے ہٹ کر آپ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حق بھی ادا نہیں کر سکتے اور خدا کے شکر گزار بندے بھی نہیں بن سکتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے۔

و آخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین.

***

آخری قسط

واقعۂ معراج میں عقائد اہلِ سنت کی جلوہ گری

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی

یہ مقام مستویٰ ہے جس سے پہلے پہلے تک حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے راہی بھی رہے اور ساتھی بھی لیکن مقام مستویٰ سے نہ کوئی راہی تھا نہ کوئی ساتھی بلکہ آپ ﷺ بارگاہِ احدیت میں واحد ہی تشریف لے گئے اور پھر بارگاہ خداوندی میں وہ قرب عطا ہوا جو قبل ازیں کبھی کسی کو عطا نہ ہوا، یہ قرب کس قدر ہوا اس کا صحیح علم تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو ہے۔ البتہ قرآن مجید و کتب احادیث میں اس قرب خاص کو "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" (ترجمہ: تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم) کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

قرب خاص سے شرف یابی کے بعد آپ ﷺ پچاس نمازوں کا تحفہ لے کر سفر معراج سے واپس ہوئے لیکن پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گزارش پر بارگاہِ رب العزت میں مرحلہ وار نمازوں کی تعداد کم کراتے ہوئے اخیر میں پانچ نمازوں کا انعام لے کر زمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔

یہ ہے مختلف احادیث میں جلوہ گر سفر معراج کا ایک مختصر مگر حسین گلدستہ۔ اس پورے سفر معراج کا اگر ایمانی اور اعتقادی جائزہ لیا جائے تو اس بابرکت سفر سے درج ذیل عقائد اہل سنت کا ثبوت ہوتا ہے۔

حیات انبیا: واقعہ معراج میں مذکور ہوا کہ آپ ﷺ نے دوران سفر بیت المقدس اپنے ایک مشاہدہ کو یوں بیان فرمایا:

مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أَسْرِىَ بِى عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّى فِى قَبْرِه .

میرا گزر ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس واقع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے ہوا تو (میں نے ملاحظہ کیا کہ) وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرما رہے ہیں۔ اس سے حیات انبیا کا خوب خوب ثبوت ہوتا ہے۔ کیوں نہ ہو کہ انبیائے کرام کو حیات جاویدانی حاصل ہے کہ خود خدائے ذوالجلال فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوٰتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (۱۰)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

اتنا ہی نہیں کہ راہ خدا میں شہید ہونے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ مردہ ہونے کے وہم و گمان کو بھی اپنے دل و دماغ میں جگہ نہ دینے کا حکم دیتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (۱۱)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

جانِ جاناں جانِ ایماں نبی کریم ﷺ نے بھی حیات انبیا کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ، فَنَبِیُّ اللهِ حَیٌّ يُرْزَق (۱۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے سو انبیائے کرام باحیات ہیں اور رزق پاتے ہیں۔

دوسرے مقام پر اپنے متعلق یوں گویا ہوئے:

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَىَّ إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَىَّ رُوحِى حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ۔ (۱۳)

جو بھی شخص سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح پر اسے پیش فرماتا ہے تو میں اسے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

واقعۂ معراج اور قرآن حدیث میں حیات انبیا کے حوالے سے اتنی واضح صراحت کے بعد بھی کسی مومن کی زبان کیوں کر کہہ سکتی ہے کہ "نبی مر کر مٹی میں مل گیا"۔ (۱۴)

تبرکات بزرگان: بیت المقدس ہی کی طرف سفر کے دوران

بیلا، جنکپور دھام، دھنوشا (نیپال)
hussainimisbahi@gmail.com

آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی عرض گزاری پر تین مقامات پر نمازیں ادا فرمائی اور حضرت جبریل علیہ السلام نے پہلی، دوسری اور تیسری جائے نماز کا بالترتیب یوں تعارف پیش کیا:

صَلَّيْتَ بِطَيْبَةَ وَإِلَيْهَا الْمُهَاجَر... صَلَّيْتَ بِطُورِ سَيْنَاءِ حَيْثُ كَلَّمَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام .. صَلَّيْتَ بِبَيْتِ لَحْمٍ حَيْثُ وُلِدَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام.

یعنی آپ ﷺ نے "طیبہ" میں نماز ادا فرمائی اور اسی کی طرف ہجرت ہے۔آپ ﷺ نے "طور سینا" پر نماز ادا فرمائی جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی سے نوازا۔۔۔آپ ﷺ نے "بیت اللحم" میں نماز ادا فرمائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی عرض پر نبی مختار ﷺ کا ان مقامات پر نماز ادا فرمانا واضح طور پر ہمیں اس عقیدے کی رہنمائی کرتا ہے کہ "نیک حضرات کے تبرکات" سے حصول برکت نیک عمل ہے۔اور یہ ایسا عمل ہے کہ قرآن بھی اس کا قائل ہے چناں چہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے اپنے گھر بھر کو لانے کے لیے فرمایا تو اپنی ایک قمیص بھی یہ کہتے ہوئے عطا فرمائی کہ اس سے والد ماجد کے آنکھ بینا ہو جائے گی۔ قرآن کے الفاظ یوں ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا (۱۵)

میرا یہ کُرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منھ پر ڈالو، ان کی آنکھیں کُھل جائیں گی۔

کتب احادیث میں بھی اس تعلق سے احادیث موجود ہیں جن میں ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ کے تبرکات کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت فرماتے۔ چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ. (۱۶)

یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جبکہ موتراش بال مبارک تراش رہا تھا کہ آپ کے صحابہ چاہتے کہ جو بھی بال مبارک (زمین) پر تشریف لائے وہ کسی کے ہاتھ ہی پر تشریف لائے۔

حضرت عروہ حضرت مسور سے روایت کرتے ہیں:

وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ (۱۷)

یعنی جب نبی کریم ﷺ وضو فرماتے تو صحابہ آپ کے ماءِ وضو پر جھگڑتے (یعنی ایک دوسرے پر سبقت کرنے میں کوشاں رہتے)۔

حاضر و ناظر: جب آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف چلے آرہے تھے تو راہ میں آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز میں مشغول دیکھا۔ پھر ایک مقام پر حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے آپ ﷺ کو نذرانۂ سلام پیش فرمایا، بعدہ تینوں حضرات سمیت تمام انبیائے کرام نے آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی اور پھر انہیں میں کئی انبیائے کرام نے مرحلہ وار آسمانوں میں شرف ملاقات حاصل کیا۔ اللہ کے نیک بندوں کا مختصر وقفے میں ایک مقام سے دوسرے مقام آنے جانے ہی کو حاطر و ناظر کہا جاتا ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کے مسلمہ عقائد سے ہے کہ انبیا علیہم السلام خصوصاً ہمارے آقا حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں کہ ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھیں اور دور و قریب کی آوازیں سنیں یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کریں اور صدہا کوس پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کریں۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ من گڑھت نہیں بلکہ قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے۔ حاضر و ناظر کے بارے میں ذرا درج ذیل آیت دیکھیں:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شٰهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (۱۸)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

اور خود اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے حاضر و ناظر ہونے کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هَذَا۔ (۱۹)

میں تمہارے آگے پیشرو ہوں اور میں تمہارا نگران و گواہ ہوں اور تمہارے وعدہ کی جگہ حوض ہے جس کو میں اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ثوبان کی روایت میں یوں ہے:

إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔ (۲۰)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا ہے تو میں مشارق و مغارب کو دیکھ رہا ہوں۔

ان تمام شواہد کے ہوتے ہوئے ایمان سوز اور نجدیت و وہابیت افروز شخص کی بے لگام زبان ہی اس طرح کے جملے ادا کر سکتی ہے کہ" جو کہے: بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر ہیں اور ہمارے حالات جانتے ہیں ہر وقت، کافر ہو جاتا ہے"۔(۲۱) "رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، اس قسم کے عقائد سے اسلام کی بڑی بدنامی ہوتی ہے"۔(۲۲) "نبی کو جو حاضر و ناظر کہے بلاشک شرع اس کو کافر کہے"۔(۲۳)

علمِ غیب نبی ﷺ: واقعہ معراج سے آپ ﷺ کے عالم غیب ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں ملاحظہ فرمایا، سدرۃ المنتہیٰ، مقام مستویٰ وغیرہ غیوب ملاحظہ فرمائے اور جنت کی سیر فرمائی نیز دنیا کا سب سے بڑا غیب یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کا دید بھی فرمایا۔ اور غیب کہتے ہی اس چیز کو ہے جس کو انسان نہ تو آنکھ، ناک، کان وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداہۃً عقل میں آسکے۔ نیز درج ذیل آیتوں سے بھی آپ ﷺ کے علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا، اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔(۲۴)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ نیز ایک اور آیت میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (۲۵)

اور اللہ کی شان یہ نہیں اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

آپ ﷺ کے علمِ غیب کے تعلق سے دو حدیثیں بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں:

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلاَّ حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔(۲۶)

اللہ کے رسول ﷺ ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو بیان فرما دیا۔ سو یاد رکھنے والے نے یاد رکھا اور بھولنے والے بھول گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ أَوْ قَالَ فِي نَحْرِي فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ. (۲۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنا دست رحمت میرے کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی تو (میں نے اس کی برکت سے) زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو جان لیا۔

اس قدر صریح صریح آیات و احادیث ہوں پھر بھی مسلمان تو بڑی بات ہے کوئی منصف مزاج عقل مند کیا اس کافر ساز فکر کو قبول کر سکتا ہے: "آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علم زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔(۲۸)

خاتم النبیین: نبی کریم ﷺ نے بعد امامت اپنے خطبے میں فرمایا: "رفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما" (یعنی اللہ نے میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھے فاتح اور خاتم بنا کر بھیجا) جس سے آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اظہر من الشمس ہے۔ آپ کا خاتم ہونا قرآن سے سے ثابت ہے۔ چناں چہ قراان مجید گویا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا(۲۹)

محمّد (ﷺ) تمھارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

حدیث پاک میں آپ ﷺ کے خاتم ہونا ان الفاظ میں مذکور ہیں

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - ﷺ - إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلاَ رَسُولَ بَعْدِي وَلاَ نَبِيَّ. (۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا سو اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔

حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے خطبہ ارشاد فرمایا:

وَأَنَا آخِرُ الأَنْبِيَاءِ، وَأَنْتُمْ آخِرُ الأُمَمِ (۳۱)

میں آخری نبی ہوا و تم آخری امت ہو۔

جس ذات کو خود خدائے تعالیٰ خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمائے ساتھ ہی خود وہ اپنے خاتم ہونے کا اظہار فرمائے، اس ذات اقدس کے بارے میں کوئی یہ کہے: "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"۔

یا کہے: بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (۳۲) تو کیا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور حکم عدولی کر کے اسے مسلمان کہلانے کا حق حاصل ہے؟۔

افضلیتِ نبی کریم ﷺ: واقعہ معراج سے اہل سنت کو حضور ﷺ کی افضلیت ومحبوبیت کا درس عقیدہ بھی ملتا ہے کیوں کہ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیائے کرام کا آپ ﷺ کا منتظر رہنا اور تمام میں آپ ہی کا مصلی امامت کے لیے منتخب ہونا اسی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ نیز یوں تو معراج اور بھی انبیاے کرام کو عطا ہوئی لیکن جس شان و شوکت سے آپ کو ہوئی اور جو قرب اور دیدارِ باری تعالیٰ کا شرف آپ کو عطا ہوا کسی اور کو نہیں۔ علاوہ ازیں قرآن وحدیث بھی آپ ﷺ کی افضلیت ومحبوبیت پر شاہد ہیں۔ چناں چہ قرآن مجید میں ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (۳۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

اور آپ ﷺ کی افضلیت کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأوَّلُ شَافِعٍ وَأوَّلُ مُشَفَّعٍ. (۳۴)

میں بروز قیامت اولادِ آدم کا سردار ہوں اور سب سے پہلے میری قبر کھولی جائے گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت مقبول ہوگی۔

اور محبوبیت مصطفی ﷺ کا اعلان یہ آیت ببانگ دہل کر رہی ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (۳۵)

اور بے شک قریب ہے کہ تمھارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

نیز آپ ﷺ کی محبوبیت خود آپ ہی کی زبان اقدس سے ملاحظہ فرمائیں جس کی روایت حضرت عبد ابن عباس یوں کرتے ہیں کہ ایک موقع پر صحابہ کرام انبیائے کرام کے اوصاف بیان کر کے تعجب کر رہے تھے کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تمھاری بات اور تمھارا تعجب سنا اور فرمایا:

ألاَ وَأنَا حَبِيبُ اللّٰهِ وَلاَ فَخْرَ وَأنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳۶)

میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں جبکہ مجھے کوئی فخر نہیں اور میں بروز قیامت لواء الحمد اٹھاؤں گا۔

ایسے واضح اور صریح شواہد کے باوجود بے ایمان، بے غیرت اور عشق رسول سے عاری شخص کے سوا کوئی نہیں جو اس طرح کی باتیں اپنے نبی کی شان میں بولے: "اللہ کی بڑی شان ہے کہ سب انبیا اور اولیا اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں"۔ (۳۷) "جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں"۔ (۳۸)

ندائے یا رسول اللہ ﷺ: بیت المقدس کے سفر کے دوران ایک مقام پر حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ سلام پیش کیے اور پھر آسمان عروج کے دوران بھی ہر آسمان پر کئی انبیائے کرام نے بھی سلام پیش کیے اور آپ کو ندائیہ صیغے سے پکارا جس سے نبی کریم ﷺ کو صیغہ ندائیہ یعنی "یا رسول اللہ، یا نبی اللہ" وغیرہ جیسے الفاظ سے یاد کرنے کا بھی عقیدہ ثابت ہوتا ہے اور یہ عقیدہ تو اہل سنت جماعت کو قرآن کریم بھی سکھاتا ہے کیوں کہ متعدد مقامات پر آپ ﷺ کو "یاایہا النبی، یا یہا لامدثر، یا ایہا المزمل" وغیرہ سے خطاب کیا گیا۔ نیز کتب احادیث سے بھی اس کا ثبوت ہوتا۔ چناں چہ بہت ہی مشہور حدیث، "حدیث جبریل" میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے عرض کرتے ہوئے کہا:

يَا مُحَمَّدُ أخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ (۳۹)

اے محمد ﷺ! اسلام کے بارے میں بتائیں۔

صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ تھا اور اسی پر عمل بھی تھا چناں چہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس تعلق سے عمل کا بیان "مصنف عبد الرزاق" میں یوں ہے:

إذا قدم من سفر أتى قبر النبي ﷺ فقال السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا أبا بكر (۴۰)

جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سفر سے واپس آتے تو نبی کریم ﷺ کے روضہ انور پر تشریف لاکر عرض گزار ہوتے: یارسول اللہ ﷺ !آپ پر سلام ہو، یاابابکر رضی اللہ عنہ !آپ پر سلام ہو۔

واقعہ معراج، احادیث اور عمل صحابہ سے ندائے یارسول ﷺ کے جواز ثابت ہونے کے باوجود اگر کوئی یہ کہے: جن (انبیا و اولیا) کو لوگ پکارتے ہیں ان کو اللہ نے کچھ قدرت نہیں دی "۔ (۴۱)

تو کیا اسے مسلمان کہلانے کا حق ہے ؟۔

اختیارات مصطفی ﷺ: اللہ تبارک و تعالی نے جس طرح اپنے حبیب پاک ﷺ کو عالم الغیب، خاتم النبیین، بشیر و نذیر، حاضر و ناظر بناکر مبعوث فرمایا اسی طرح اس نے آپ ﷺ کو مالک و مختار بھی بناکر اس کائنات میں بھیجا کہ آپ دنیا و آخرت کی ہر چیز دے سکتے ہیں اور کوئی بھی حکم نافذ فرماسکتے ہیں۔ واقعہ معراج میں بھی یہ عقیدہ جلوہ گر ہے۔ کیوں کہ لذت دید الٰہی سے شادکام ہونے کے بعد پچاس نمازوں کا تحفہ لے کر آپ ﷺ رب کی بارگاہ سے واپس ہوئے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض کرنے پر آپ نے کئی مرحلوں میں نمازیں کم کراکے پانچ نمازوں کا انعام لے کر زمین پر تشریف لائے لیکن ثواب میں کمی نہ آئی بلکہ ثواب پچاس نمازوں کے باقی رہے۔ صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ تھا جبھی تو ہمارے آقا حضور ﷺ نے جب ایک موقع پر اپنی امت کی بے حساب بخشش کی بشارت سنائی تو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ میرے لیے اسی میں شمولیت کی دعا فرمادیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ تم اسی میں سے ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حج کے تعلق سے تین مرتبہ آپ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنے مالک و مختار ہونے کا اعلان کرتے ہوئے اس سائل کا جواب اس انداز میں دیا:

لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ (۴۲)

اگر میں " ہاں " کہہ دیتا تو (ہر سال) حج واجب ہوجاتا اور تم نہ کرسکتے

ایک اور حدیث میں شریعت میں اپنے اختیار کے بارے میں یوں فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ (۴۳)

اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

درج بالا حدیثیں ملاحظہ کیجیے اور ایمان و عقیدے کو تباہ و برباد کرنے والی درجہ ذیل عبارت پڑھیے اور فیصلہ کیجیے کہ کوئی سنی صحیح العقیدہ اس طرح کی عبارت لکھ سکتا ہے؟۔

" جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ انبیا، اولیا کو یا امام و شہید کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت تو ہے۔۔۔ سو یہ غلط بات ہے، بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں "۔ (۴۴)

تنزیہ باری تعالیٰ از زمان و مکان: اہل سنت کے مسلم عقائد میں سے میں ایک عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات اور زمان و مکان سے پاک و منزہ ہے۔ اور یہ عقیدہ واقعہ معراج سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پیارے حبیب ﷺ کو شرف دید سے مشرف فرمانے کے لیے وہاں بلایا جہاں نہ زمان تھا نہ مکان جسے لامکان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور یہ حدیث بھی اسی عقیدے کا سبق پڑھاتی ہے۔

وَهُوَ الْمُتَعَالِي عَنِ الْحُدُودِ، وَالْجِهَاتِ، وَالْأَقْطَارِ، وَالْغَايَاتِ الْمُسْتَغْنِي عَنِ الْأَمَاكِنِ، وَالْأَزْمَانِ لَا تَنَالُهُ الْحَاجَاتِ، وَلَا تَمَسُّهُ الْمَنَافِعُ، وَالْمَضَرَّاتُ (۴۵)

اللہ تعالیٰ جہت و قید اور غیت و جانب سے بلند و برتر اور زمان و مکان سے بے نیاز ہے۔ نہ اسے حاجت پیش آتی ہے نہ اسے نفع و نقصان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اتنی صریح حدیث ہونے کے بعد بھی درج ذیل بات کہنا بد عقیدگی نہیں تو اور کیا ہے۔

" تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات۔ از قبیل بدعات حقیقیہ است "۔ (۴۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان اور جہت سے پاک ماننا اور بغیر جہت و محاذات کے رویت باری تعالیٰ کو ثابت کرنا۔۔۔ یہ تمام باتیں بدعات حقیقیہ سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے ایمان و عقیدے کی حفاظت و صیانت کرنے اور افکار فاسدہ، عقائد باطلہ اور فرقہ ضالہ مضلہ سے دور و نفور رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مصادر و مراجع

(۱۰) البقرہ ۱۵٤ (۱۱) آل عمران ۱٦۹

(۱۲) سنن ابن ماجہ محقق و مشکول المکتبۃ الشاملہ، کتاب الجنائز، جزء: ۲، ص: ۵۵٦، حدیث: ۱٦۳۷

(۱۳) سنن ابو داؤد المکتبۃ الشاملہ، تفریع صلوٰۃ السفر، حدیث : ۲۰۴۱
(۱٤) تقویۃ الایمان، ص : ٦۱ (۱۵) یوسف ۹۳
(۱٦)صحیح مسلم مشکول، کتاب الفضائل، باب قرب النبی ﷺ من الناس، حدیث :۴۲۹۲
(۱۷) صحیح البخاری مکنز، کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس، حدیث : ۱۸۹ (۱۸) الاحزاب ٤۵
(۱۹) صحیح البخاری مکنز، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد، حدیث : ٤۰٤۲
(۲۰) مسلم شریف مشکول، کتاب الفتن و اشراط الساعۃ، باب ھلاك ھٰذہ الامۃ بعضھم، حدیث : ۵۱٤٤
(۲۱) تقویۃ الایمان، ص : ۲۳
(۲۲) شمع توحید، ص : ۵ بحوالہ ھوابی مذھب کی حقیقت، ص : ٦۰۷ (۲۳)جواھر القرآن، ص : ٦۰
(۲٤) الجن ۲٦ (۲۵)آل عمران ۱۷۹
(۲٦) مسلم شریف مشکول، کتاب الفتن و اشراط الساعۃ، باب إِخْبَارِ النَّبِيِّ فِيمَا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ، حدیث : ۵۱٤۷
(۲۷) سنن ترمذی مکنز،باب وَمِنْ سُورَةِ ص،حدیث: ۳۵٤۱
(۲۸) حفظ الایمان، ص : ۱۳ (۲۹)الاحزاب ٤۰
(۳۰) سنن ترمذی مکنز ، باب :ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ،حدیث : ۲٤٤۱
(۳۱) ابن ماجہ محقق و مشکول، کتاب الفتن، حدیث : ٤۰۷۷
(۳۲) تحذیر الناس، ص : ۳٤ (۳۳) البقرہ ۲۵۳
(۳٤) صحیح مسلم مشکول، کتاب الفضائل، باب تَفْضِيلِ نَبِيِّنَا عَلَى جَمِيعِ الْخَلَائِقِ، حدیث :۴۲۲۳
(۳۵)و الضحیٰ ۵
(۳٦)سنن ترمذی مکنز، باب فی فضل النبی، حدیث : ۳۹۷٦
(۳۷) تقویۃ الایمان، ص :۵۵
(۳۸) تقویۃ الایمان، ص : ۱٤
(۳۹) مسلم شریف مشکول ، کتاب الایمان ، بیان الایمان و الاسلام و الاحسان، حدیث : ۹
(٤۰) مصنف عبد الرزاق، حدیث : ٦۷۲٤
(٤۱) تقویۃ الایمان، ص : ٦
(٤۲) مسلم شریف ، کتاب الحج ، باب فرضیۃ الحج مرۃ فی العمر ، حدیث : ۲۳۸۰
(٤۳) سنن نسائی ، کتاب الطھارۃ ، باب الرخصۃ فی السواك، حدیث : ۷ (٤٤) تقویۃ الایمان، ص : ۲۹
(٤۵) شعب الایمان ،باب الایمان باللہ عز وجل ، حدیث ۹۹
(٤٦) ایضاح الحق، ص : ۳۵. ۳٦

❊ ❊ ❊

(ص:۵٦ کا بقیہ)......... سے ہزاروں عوام، سیکڑوں علمائے کرام کی موجودگی میں دار العلوم کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس موقع پر بعد سنگ بنیاد عزیز ملت نے ادارہ کی ترقی کے لیے خاص دعا فرمائی۔

اس جلسہ میں قرب و جوار سے بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ بنارس سے آئے خاص مقرر مولانا دلشاد بنارسی اور شاعر اختر پرواز جیبی حافظ اکرام پھلواری کی نعت و تقریر سے سامعین بڑے متاثر ہوئے۔ دار العلوم حافظِ ملت کے اراکین و ممبران خاص کر دار العلوم کے مہتمم قاری غفران قادری کی جدو جہد اور محنت کی بدولت رات کے آخری حصہ میں درود و سلام و دعا کے ساتھ بڑے ہی تزک و احتشام سے یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ از: محمد اقبال قادری۔ تاج نگر، پھلواری شریف، پٹنہ

ماہنامہ اشرفیہ ملنے کے پتے:

مولانا محمد قاسم مصباحی
مدرسہ عزیزیہ مظہر العلوم، نچلول بازار، مہراج گنج، یوپی

محمد عارف دانش رضوی
متّصل ڈاکٹر پرویز انصاری، اللہ والی مسجد کے سامنے
زیتون پورہ، بھونڈی، مہاراشٹر

انوار حیات

آئینۂ ہند سیدنا اخی سراج الدین علیہ الرحمہ

مصنف ھدایۃ النحو

مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

تعدادالعلوم کے حوالہ سے ظفر المحصلین باحوال المصنفین میں مخدوم کچھوچھہ حضرت سلطان اشرف جہاں گیر سمنانی اورحضرت نور قطب عالم پنڈوی کے دادا پیر، سیدنا علاء الحق پنڈوی کے پیرو مرشد، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے رفیق، سلطان المشائخ، محبوب الٰہی نظام الدین اولیا کے چہیتے مرید وخلیفہ، آئینۂ ہند سیدنا اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کو "ہدایۃ النحو" کے علاوہ "پنج گنج" اور "میزان" کا بھی مصنف قرار دیا گیا ہے۔

آئینۂ ہند اخی سراج نے ابتدائی تعلیم کے بعد مزید حصول تعلیم کے لیے اس زمانہ کے حساب سے کم عمری ہی میں، جب آپ کی ڈاڑھی اور مونچھ کے بال نہیں اُگے تھے، مسافرت کی راہ اختیار کی۔ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے لکھنوتی پہونچے۔ کچھ دنوں وہاں قیام فرماکر کوچ کیا تو دہلی محبوب الٰہی کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوگئی۔ آپ کے رفیق درس میر خورد سید محمد مبارک علوی کرمانی نے «سیرالاولیا» میں لکھا ہے کہ جب آپ دہلی پہنچے تو کتاب اور کاغذ کے سوا کوئی دوسرا سامان آپ کے پاس نہ تھا۔ آئے تو تھے حصول تعلیم کے لیے، مگر محبوب الٰہی کی بارگاہ میں حاضری کے بعد دل کی کیفیت کچھ ایسی ہوئی کہ مرید ہوگئے اور خانقاہ کی خدمت گذاری کو اپنا شعار بنالیا؛ اور اس میں ایسے مشغول ومنہمک ہوئے کہ پڑھنے لکھنے کا موقع ملا نہ اس طرف توجہ ہی ہوسکی۔ بس ایک والدہ کی یاد تھی جو کسی حد تک دل کے نہاں خانہ میں پیوست رہی۔

چند برسوں کے بعد دل کے نہاں خانہ میں پیوست والدہ ماجدہ ہی کی یاد جب کبھی ابھر آتی، تو اجازت لے کر والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور زیارت سے آنکھوں کو شاد کام کر کے جلد ہی لوٹ جاتے۔ زمانۂ دراز تک یہی سلسلہ جاری رہا؛ اور جب وہ وقت قریب آیا کہ سلطان المشائخ، محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا اپنے تربیت یافتوں کو خلافت عطا فرماکر مختلف دیار وامصار میں دین کی تبلیغ کے لیے روانہ فرمائیں تو ایک دن بڑی حسرت سے فرمایا:

اخی سراج الدین 'آئینۂ ہند' اور سب سے زیادہ تربیت یافتہ ہے، مگر افسوس! کہ خلافت کے لیے علوم ظاہری میں جو درک وکمال چاہیے، وہ ان میں موجود نہیں۔

اس مجلس میں حضرت مولانا فخرالدین زرادی موجود تھے، وہ حضرت محبوب الٰہی کا منشا سمجھ گئے اور عرض کی:

سرکار کی اجازت ہو تو یہ خادم حضور والا کی برکتوں سے محض چھ مہینے میں ان کو علوم ظاہری کی تکمیل کراسکتا ہے۔

محبوب الٰہی نے خوش ہوکر دعاؤں سے نوازا اور اجازت مرحمت فرمائی۔ اس طرح باطنی علوم سے آراستہ کبیر السن اخی سراج، ظاہری علوم کی تحصیل کے لیے مولانا فخرالدین زرادی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ ان دنوں خود صاحب سیرالاولیا میر خورد سید محمد مبارک علوی کرمانی بھی مولانا فخرالدین سے تعلیم پا رہے تھے اس لیے آپ ان کے ہم درس ورفیق بن گئے۔

مولانا فخرالدین نے آئینۂ ہند اخی سراج کی ظاہری تعلیم کا آغاز فن صرف سے کرایا۔ پہلے صیغوں کے اوزان اور ان صیغوں کی گردان کی مشق میں مہارت پیدا کرائی، پھر قواعد ومقدمات کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ آپ نے 'آئینۂ ہند' کی تعلیم کے لیے علم صرف میں ایک کتاب بھی بنام 'عثمانی' تصنیف فرمائی تھی۔ ان کے علاوہ اور کون کون سے علوم اور کیا کیا کتابیں آپ نے مولانا فخرالدین سے پڑھیں؟ اس کا سراغ تو نہیں ملتا ہے، البتہ آپ کے ہم درس ورفیق، سیرالاولیا کے مصنف، میر خورد سید محمد مبارک علوی کرمانی نے لکھا ہے کہ آپ نے مولانا فخرالدین زرادی کے علاوہ مولانا رکن الدین اندرپتی کی بھی بارگاہ علم وفن میں زانوئے تلمذتہ کیا اور ذیل کی کتابیں پڑھیں:

کافیہ، مفصل، قدوری، مجمع البحرین۔

اس طرح ظاہری علوم کی تحصیل میں چھ مہینے پورے ہوئے تو واقعی ایسے یگانۂ روزگار ہوگئے کہ معاصرین میں کسی کو آپ سے بحث و مباحثہ کی مجال نہ رہی اور مرتبۂ افادیت پر فائز ہوئے۔

جب محبوب الٰہی کے 'اخی'، اور 'آئینۂ ہند' شیخ سراج الدین باطنی علوم کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم میں بھی کامل واکمل ہوگئے تو آپ نے ان کو خلافت واجازت سے سرفراز فرماکر حکمت قرآنی مَآاَرْسَلْنَامِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ۔ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل بنگال کے رشدوہدایت کے لیے اپنی جائے پیدائش اور وطن اصلی بنگال کے مقام لکھنوتی معروف بہ گور☆ جانے کا حکم دیا۔

مگرچوں کہ اس علاقہ میں اپنی ریاضت وعبادت اور طاعت وبندگی سے مقام تصرف پر فائز شیخ علاء الحق پنڈوی رہتے تھے اوران کا بڑا شہرہ تھا اس لیے آپ کو تردد ہوا اور عرض کی :

سرکار! وہاں تو شیخ علاء الحق جیسا دانش مندوعالی جاہ شخص ہے، اس کے ساتھ میرا گذر کیسے ہوگا؟

ارشاد ہوا:

پرواہ مت کرو! وہ تمھارا خادم بن کر رہے گا۔

محبوب الٰہی کے اس ارشاد و پیشین گوئی سے آپ کا تردد رفع ہوا اور مادر وطن بنگال کے لکھنوتی معروف بہ گور واپس آکر علم وفن اور رشدوہدایت کی بساط بچھائی۔ پھر کیا تھا محبوب الٰہی کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور سب سے پہلے شیخ علاء الحق پنڈوی ہی آپ کے مرید وحلقہ بگوش ہوکر نہ صرف خلافت سے سرفراز ہوئے، بلکہ سجادگی کی دولت گراں مایہ بھی آپ کے نصیبہ میں آئی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے 'اخبارالاخیار' میں لکھا ہے:

چوں شیخ اخی سراج بانعمت خلافت از پیش شیخ نظام الدین رخصت یافت وخواست کہ بجانب وطن اصلی متوجہ شود بخدمت وے التماس کرد کہ دراں جا شیخ علاء الدین مردے دانش مندوعالی جاہ است، مراباوے چگونہ بسر آید؟ فرمود: غم مخور کہ وے خادم تو خواہد بود... وآں چناں شد کہ شیخ فرمودہ بود۔ (ص ۱۴۳)

بنگال میں اسلام کی اشاعت، علم کے فروغ اور مسلمانوں کی صلاح وفلاح میں بیشتر حصہ محبوب الٰہی کے اسی 'اخی'، اور 'آئینۂ ہند'، سراج الدین ہی کا ہے۔ آپ کا روحانی فیض اگر شیخ علاء الحق پنڈوی پھر ان کے صاحب زادے اور جانشین نور قطب عالم اور مرید وخلیفہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے واسطے سے نہ صرف بنگال، بلکہ ملک کی سرحدوں کو پار کرگیا، تو علمی فیض بھی میزان، پنج گنج اور ہدایۃ النحو جیسی تصنیفات کے ذریعہ ایشیائے کوچک کے کونے کونے میں پہونچ گیا۔

جب ۷۵۸ھ میں آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے 'لکھنوتی' معروف بہ 'گور' کی نواح میں آج کی سعداللہ پور نامی جگہ کو اپنے مدفن کے لیے پسند کیا، اور محبوب الٰہی سے ملے ہوئے تبرکات وہاں مدفون کرکے وصیت فرمائی کہ مجھے ان تبرکات کی پائینتی دفن کیا جائے۔ چنانچہ وصیت کے مطابق آپ وہیں مدفون ہیں۔ مزار مبارک مرجع خلائق اور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ ذیل کے فارسی قطعہ سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔

چوں سراج الدین شد از دنیائے دوں
سالِ وصلِ آں شہِ والامکاں
عارفِ امجد سراج الدیں بگو
سالکِ محرم سراج الدیں بخواں

☆☆☆☆

(حاشیہ) ☆سیر الاولیا کے ایک قلمی نسخہ میں ایک جگہ کاتب سے 'لکھنوتی'، لکھنے میں 'تی'، رہ کر 'لکھنو'، ہوگیا ہے۔ اسی لکھنو کو دیکھ کر کسی صاحب نے آپ کو اودھی لکھ دیا۔ پھر توع: ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت۔ بعض حضرات نے اودھی لکھنے کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ "آپ کے آباد اجداد لکھنؤ کے رہنے والے تھے، والد گرامی وہاں سے آکر لکھنوتی میں بس گئے تھے"۔ بعض حضرات نے مزید اضافہ کیا اور لکھا کہ "آپ کی پیدائش اودھ کے لکھنؤ ہی میں ہوئی، پلے، بڑھے بھی وہیں۔ حالانکہ اسی سیر الاولیا میں ایسے شواہد موجود ہیں جو ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ یہ لکھنو نہیں، جو اودھ میں واقع ہے، بلکہ لکھنوتی ہے جو اُس وقت اسلامی سلطنت کا پایۂ تخت تھا اور آج بنگال کے ضلع مالدہ میں واقع ہے۔ مثلاً

(۱) درآوان جوانی کہ موئے ریش آغاز نہ شدہ بود از لکھنوتی آمدہ وسرارادت برآستانۂ سلطان المشائخ نہادہ۔ (سیر الاولیاص ۲۴۲)

(۲)بعد ہر چند سال برائے دیدن حضرت والدۂ خود در لکھنوتی برفتے وباز بخدمت سلطان المشائخ پیوستے (ایضاً)

(۳)چوں وقت نقل اور سید در سواد لکھنوتی قدیم بجہت مدفن خود مقامے اختیار کرد۔ اول دراں مقام بعضے جامہائے سلطان المشائخ کہ برابر خود بردہ بود، بتعظیم دفن کردند وبرآں گورے ساخت، بعدہ چوں وقت نقل شد وصیت کرد کہ مراں در پایان گور جامہائے سلطان المشائخ دفن کنند۔ چوں برحمت حق پیوست ہم در پایان گور جامہائے سلطان المشائخ مدفن یافت۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ (ایضاً ص ۴۴۵)

پہلے اقتباس میں ہے کہ آپ سلطان المشائخ، محبوب الٰہی کی خدمت میں لکھنوتی سے پہونچے تھے۔ دوسرے اقتباس میں ہے کہ آپ ہر چند سال کے بعد والدہ کی زیارت کے لیے لکھنوتی جایا کرتے تھے۔ تیسرے اقتباس میں ہے کہ آپ نے اپنے مدفن کے لیے لکھنوتی قدیم کے اطراف میں ایک جگہ پسند فرمائی۔ اسی میں ہے کہ آپ وہیں مدفون ہوئے۔ آئینۂ ہند، حضرت اخی سراج، اودھ کے لکھنو میں نہیں، لکھنوتی معروف بہ گور کے سعد اللہ پور میں مدفون ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے لکھا ہے کہ

(الف)بعد از چند سال برائے دیدن والدہ بمقام لکھنوتی کہ الآن بگور مشہور است میرفت وباز بخدمت می رسید۔ (اخبار الاخیار ص ۱۴۳)

(ب)چوں شیخ اخی سراج بانعمت خلافت از پیش شیخ نظام الدین رخصت یافت وخواست کہ بجانب وطن اصلی متوجہ شود بخدمت وے التماس کرد کہ دراں جا شیخ علاء الدین مردے دانشمند وعالی جاہ است مرا باوے چگونہ بسر آید؟ (ایضاً)۔

اقتباس الف میں ہے کہ چند برسوں کے بعد آپ والدہ کی زیارت کے لیے لکھنوتی جو، اب 'گور، کے نام سے مشہور ہے، جایا کرتے۔ اقتباس ب میں ہے کہ جب شیخ اخی سراج حضرت محبوب الٰہی سے نعمت خلافت پاکر وطن اصلی کی طرف کی جانے لگے تو عرض کی کہ وہاں تو شیخ علاء الحق جیسے دانش مند وعالی جاہ آدمی موجود ہے۔ اور 'لکھنو، کبھی گور، کے نام سے مشہور تو کیا ہوتا؟ موسوم بھی نہیں ہوا۔ اسی طرح شیخ علاء الحق لکھنؤ میں نہیں، آئینہ ہند، اخی سراج کے وطن اصلی لکھنوتی معروف بہ 'گور، کے پنڈوہ میں تھے۔

خواجہ حسن نظامی نے مقدمۂ سیر الاولیا بنام نظامی بنسری میں لکھا ہے:

(۱)نام سراج الدین عثمان تھا۔ یہ لکھنوتی بنگال کے رہنے والے تھے۔ (ص ۴۴)

(۲)حضرت سلطان المشائخ نے ان کو خلافت عطا فرمائی اور بنگال کا ملک ان کے حوالے کیا (ایضا)

(۳)جب حضرت سلطان المشائخ کی وفات ہوگئی تو تین سال تک حضرت کے روضۂ پاک میں حاضر رہے۔ اور تین سال کے بعد اپنے ملک بنگال میں تشریف لے گئے۔ (ایضا)

(۴)حضرت مخدوم سراج کا مزار مالدہ بنگال میں ہے جہاں ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ (ایضا)

موصوف ہی نے سیر الاولیا کے حاشیہ پر لکھا ہے:

(۵)اس زمانے میں بنگال اور بہار اور اڑیسہ متحد تھے اور سب کو بنگالہ کہتے تھے اور اس کا صدر مقام لکھنوتی تھا۔ جس کو آج کل مالدہ اور پنڈوہ بھی کہتے ہیں (۷۶)

ہندوستان میں صوفیا کے حوالہ سے انگریزی زبان میں تاریخ کی مشہور و مستند کتاب A history of sufism in India کے ص ۱۸۴ میں ہے:

Muhammad Bakhtiyar Khalji conquered both Bihar and Bengal. {............}Muhammad Bakhtiyar Khalji showed great foresight in choosinj Lakhnauti or Lakshamanavati, near the present site of Gour, in the Maldah district as his capital.

یعنی: محمد بختیار خلجی نے بہار اور بنگال کو فتح کرکے پایۂ تخت کے لیے ضلع مالدہ میں واقع موجودہ گور کے قریب لکھنوتی یا لکشمن وتی کو منتخب کرنے میں بڑی بصیرت سے کام لیا۔

اسی میں ہے:

One of the khalifs of Shaikh Nizamu`d-Din who lid a firm foundation of the Chishti order in Bengal was Shaikh Akhi Sirazu`-Din'Usman.Lakhnnauti was his home town bat he first mijgrated to Awadh, then to Delhi.

یعنی: شیخ نظام الدین کے ایک خلیفہ جنہوں نے بنگال میں چشتی سلسلہ کی مستحکم بنیاد رکھی، وہ شیخ اخی سراج عثمانی تھے۔ ان کا وطن اصلی لکھنوتی تھا، انہوں نے پہلے لکھنؤ پھر دہلی کا سفر کیا۔

اسی کتاب کے ص ۲۵۷ میں ہے:

In fact when Saikh Nizamu`d-Din Auliya' asked Akhi Siraj to return to his native land, the latter expressed misgivings because of the presence of Shaikh 'Ala`u'l-Haqq bin As`ad Lahori.

یعنی: اصل یہ ہے کہ جب شیخ نظام الدین اولیا نے اخی سراج کو اپنا پیدائشی وطن جانے کا حکم دیا تو آپ نے وہاں شیخ علاء الحق بن اسعد لاہوری کی موجودگی سے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

اس کے بھی پہلے اقتباس میں لکھنوتی کو بنگال کے ضلع مالدہ میں واقع گور کے قریب بتایا گیا ہے۔ دوسرے اقتباس میں حضرت اخی سراج کا وطن اصلی لکھنوتی بتایا گیا ہے اور سفر دہلی سے پہلے لکھنؤ کے سفر کی بات کہی گئی ہے اور تیسرے اقتباس میں لکھنوتی کو پیدائشی وطن اور وہاں حضرت علاء الحق پنڈوی کی موجودگی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

محشّی.....................................

۱۲۷۶ھ میں مطبوعہ مطبع نظامی کانپور کے مطابق یہ حاشیہ سُنّی عالم دین حضرت مولانا الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ بعد میں دیوبندی ناشرین نے یہ حاشیہ محشّی کے نام کو حذف کرکے یونہی چھاپنا شروع کیا۔ تاکہ طلبہ یہ سوچیں کہ ناشر دیوبندی ہے تو محشّی بھی دیوبندی ہی ہوں گے۔

مولانا الٰہی بخش فیض آباد میں پیدا ہوئے، وہیں پلے، بڑھے۔ تحصیل علم کے لیے لکھنؤ گئے اور ضوء السراج علی السراجیہ، التبیان علی اوقاف الجیران اور انوار الحواشی کے مصنف مولانا انور علی لکھنوی وغیرہ کئی اکابر علما کی بارگاہوں میں زانوئے علم تہ کیا۔ نحو، منطق، کلام وغیرہ علوم وفنون میں یکتائے زمانہ ہوکر لکھنؤ ہی میں بساط تدریس بچھائی اور ایک زمانہ تک وہیں تعلیم دی۔ مدراس کے مشہور عالم دین حضرت مولانا عبد العلی آسی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بدمذہبوں خصوصا وہابیوں کے رد میں بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، آپ کے شاگردوں میں ہیں۔

مولانا الٰہی بخش لکھنؤ کے بعد انسپکٹر آف مدارس ہوکر بھوپال گئے۔ وہیں سے اخیر عمر میں حرمین طیبین حاضری نصیب ہوئی اور حج وزیارت سے مشرف ہوکر ۱۳۳۶ھ کو مکۂ مکرمہ میں وفات پائی، جنت المعلی میں مدفون ہوئے۔

فن منطق میں حضرت محب اللہ بہاری علیہ الرحمہ کی معرکۃ الآرا کتاب 'سلم العلوم' کی مشہور شرح 'حمد اللہ' اور علامہ یزدی کی 'شرح التہذیب' پر حواشی، فارسی زبان میں مرقات کی شرح اور علم نحو میں رسالہ عمدۃ المرام فی تحقیق الجملۃ والکلام، وغیرہ قلمی یادگاریں ہیں۔ فرحمہ اللہ المنان وادخلہ دار الجنان. ❊❊❊

انوارِ حیات

تیسری قسط

مرشدِ اعظم ہند احسن العلما مارہروی

مبارک حسین مصباحی

اب میں اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ مابین مزارات حضرت جداعلیٰ سید شاہ حمزہ و حضور سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہما مواجہ حضور شاہ حمزہ قدس سرہ العزیز میں جو ہمیشہ سے سرکارِ کلاں کے تین گھروں کی سجادگی کے وقت کپڑے پہننے کی مخصوص جگہ ہے، کھڑے ہوکر بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد سیدھے ہاتھ سے ابتدا کرتے ہوئے ملبوسات حضرات بزرگانِ عظام و اجدادِ کرام قدست اسرارہم اس طرح پہننا شروع کیے کہ سب سے پہلے خرقہ صندلی حضور جدِ اعلیٰ سید شاہ اولاد رسول منجھلے صاحب قدس سرہ اس کے اوپر خرقہ حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہ اس کے اوپر صدری جو بہ صورت کفنی ہے، سرکار غوثیت مآب رضی اللہ عنہ والی پہنی۔ اس کے بعد سیلی منقوش شانہ کے نیچے سے نکال کر بہ صورت لا گلے میں ڈالی گئی۔ یہ ملبوسات تو پہنے اور خرقہ مرتضوی و دو خرقہ جات بوسیدہ و یک رومال چکن و یک خرقہ رنگ کتھئی حضور اچھے میاں قدس سرہ العزیز یہ سب چیزیں بڑے رومال میں باندھ کر کاندھے پر رکھ دی گئیں اور ان سب کے اوپر اب میں نے حضرت بابا مرحوم سیاہ رنگ کا جبہ جو بہت ڈھیلا ڈھیلا ہے وہ پہنا اور اس کے اوپر سے سیلی حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہ کی کمر سے باندھی پھر کلاہاے مبارکہ اس ترتیب سے پہنیں کہ سب سے اوپر ٹوپی کلاں منقوش جو غالباً حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کی ہے۔ اس کے نیچے ٹوپی سفید ریشم سے کڑھی ہوئی اس کے نیچے وہ ٹوپی جو بوسیدہ سی ہے، اس کے بعد ٹوپی حضور صاحب البرکات قدس سرہ موسومہ بہ ”تاج“ اس کے نیچے ٹوپی صندلی رنگ کی حضور اچھے میاں والی اور پھر کڑھی ہوئی سنجھلے حضور قدس سرہ کی اور ان سب ٹوپیوں کے اوپر عمامہ حضور جداعلیٰ سیدنا شاہ عبد الجلیل قدس سرہ والا باندھا گیا، پھر تسابیح ۳ عدد گلے میں ڈالیں اور ایک عدد کنٹھا سلیمانی سیدھے ہاتھ میں ڈالا گیا جو ۵۰/ دانوں کا ہے اور میرا عقیق کا منکہ عطیہ حضرت خال محترم قدس سرہ العزیز جو ڈورے میں پرویا ہوا تھا، وہ بھی میرے سیدھے ہاتھ میں باندھا گیا۔ اور حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کا رومال میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ کپڑے پہناتے وقت میرے سیدھے ہاتھ پر زکریا دادا اور میرے منہ کے سامنے حضرت قمر ماموں، آلِ حبیب پچا اور بڑے بھائی صاحب تھے۔ ان سب نے مل جل کر اور خود میری بھی مدد سے مجھے یہ سب ملبوسات بزرگان پہنائے اور عمامہ باندھنے کی ابتدا حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب سجادہ نشیں کالپی شریف سے بھائی صاحب نے کرائی اور پھر دونوں نے مل کر ہی عمامہ مذکورہ بالا میرے سر پر باندھا۔

کپڑے پہننے سے فارغ ہونے پر جملہ خلفا و حضرات علماے کرام بیرون روضہ مبارکہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ العزیز آگئے۔ اندرون روضہ صرف میں، بڑے بھائی صاحب، ننھو بھائی، زکریا دادا حسین میاں رہ گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے حضور صاحب البرکاتے قدس سرہ کے مواجہ اقدس میں حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کی جانماز بچھائی اور اس پر بیٹھ کر شجرے کا فاتحہ پڑھا۔ پھر میرے داہنے ہاتھ پر بڑے بھائی صاحب اور بائیں ہاتھ پر برادرِ عزیز حسین میاں سلمہم کو لے کر اس طرح روانہ ہوا کہ اپنے جملہ حضرات اجدادِ کرام و مرشدان عظام قدست اسرارہم جن کے مزارات اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ واقع ہیں، ان سب کا مواجہ اقدس میرے مقابل تھا، اس طرح اندرون، روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ سے گزر کر پہنچی حضرت میاں صاحب دادا قدس سرہ العزیز میں آیا جو پائیں مزار حضور صاحب البرکات قدس سرہ واقع ہے اور بیرونی دروازہ کھول دیا گیا اور تیسرا اور آخری گولا اطلاعی داغا گیا اور میں فصیل پختہ پائیں مزارات حضرت میاں صاحب دادا و غیرہ قدست اسرارہم پر پہنچ کر رک گیا اور اب یہاں سے جملہ خلفا و علما و مشائخ و جملہ مہمانان بیرون جات و مسلمانان قصبہ ہر محلہ کثیر در کثیر کے عظیم الشان مجمع کے ساتھ بصورت جلوس جس میں آگے آگے نعیم اللہ و حکیم الطاف حسین و اسماعیل شاہ تکیہ دار بستی پیر زادگان و برکت شاہ ولی عہد سجادۂ مکن پور مقیم مارہرہ نیز مہدی شاہ مجاور درگاہ شریف حضرت شاہ جلال قدس سرہ نیز منشی شاہ فقیر و مجاور تکیہ شاہ داناں صاحب واقع مارہرہ و پسر محفوظ علی شاہ مجاور تکیہ شاہ دانا صاحب واقع مارہرہ و پسر محفوظ علی شاہ مجاور اسم ذات ”اللہ“ کے نعرہ بلند کر رہے تھے۔

میں درگاہِ معلی سے اپنی حویلی سجادگی میں حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کی جو بڑی مسند شریف بچھی تھی، اور اس پر دائیں بائیں دو چھوٹے تکیے مسند کے اور سرہانے بڑا تکیہ جس میں بزرگوں کے وقت کی بہت سی بوسیدہ مسندیں سلی ہوئی ہیں اور اس بڑی مسند پر دوسری مسند حضرت جد اعلیٰ سید شاہ آل محمد قدس سرہ العزیز کی بچھی تھی۔ اس پر میرا داہنا بازو بھائی صاحب نے پکڑ کر مجھے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر بٹھایا اور اس طرح میں مسند نشیں و سجادہ نشیں اپنے جملہ بزرگانِ کرام حضرات مرشدان عظام سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نیز اپنے حضرتِ عظیم المرتبت سیدی و مرشدی مولانا مولوی حافظ حاجی قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس اللہ سرہ العزیز نیز اپنے حضرت خال محترم بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا مولوی حافظ مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری برکاتی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کا بفضلہ تعالیٰ ہوا۔

اللہ تعالیٰ مجھے ایمان و امان و عرفان کامل غیر زائل و سنیت و عفو و عافیت و خیر و برکت و عزت و دولت اپنے کرم سے ہمیشہ دارین میں عطا فرمائے اور اپنے بزرگانِ کرام و مرشدانِ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا سچا خادم اور وارث و جانشیَن بنائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ۔ مسند پر میرا اجلاس کرانے کے بعد بھائی صاحب نے کھڑے ہو کر حاضرین کے سامنے اپنا مرتب کردہ محضر سجادگی پڑھ کر سنایا اور اعلان کیا کہ آج حسن میاں نے مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی نیز برخورداران سید آل رسول محمد حیدر حسنین میاں المعروف بہ سید فضل اللہ قادری اور آل حیدر سید محمد امین سلمہم ربہم کو اپنے دست و قلم سے خلافت و اجازت سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا لپویہ دی۔ یہ کہہ کر بھائی صاحب نے ہر سہ خلافت نام جات کی تھوڑی تھوڑی عبارت بھی پڑھ کر حاضرین کو سنائی پھر محضر سجادگی پر حضر والد ماجد مدظلہم کے دست خط "حیات النبی بشیر حیدر آل عبا قادری برکاتی بقلم خود" کی عبارت کے ساتھ ہوئے، پھر خود بھائی صاحب نے "فقیر آل مصطفےٰ سید میاں قادری برکاتی نوری قاسمی سجادہ نشیں درگاہ برکاتیہ" کی عبارت کے ساتھ اس پر اپنے دست خط کیے۔ اس کے بعد دوسرے اعزہ میں آل حبیب پچا زکریا دادا قمر ماموں، حسین میاں، ذکی میاں، سدو چچا نے اپنے دستخط کیے۔ نیز حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب نیز صاحب زادہ سید محمد عظیم صاحب اجمیر شریف والوں نے اس پر دستخط کیے۔ نیز صاحب زادہ موصوف نے اپنے ہاتھ سے عمامہ ملاگیری رنگ اور خوش بو میں رنگا ہوا جو وہ اپنے ساتھ اجمیر مقدس سے مزار پاک حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند رضی اللہ عنہ سر پر رکھ کر لائے تھے اور انھوں نے میرے سر پر عمامہ حضرت جد اعلیٰ سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہ کے اوپر باندھا، پھر بھائی صاحب نے جناب بشیر محمد صاحب چیرمین نوٹی فائڈ ایریا مارہرہ و داروغہ احتشام الدین صاحب سکریٹری نوٹی فائڈ ایریا مارہرہ و چودھری محمد الیاس صاحب و چودھری آفاق احمد صاحب معززین شہر کے دست خط محضر سجادگی پر کرائے۔ اس کے بعد برادرم حاجی محمد اسماعیل گیگا سلمہم ساکن کراچی نے اپنے بچوں سلمہم کو جوان کے ساتھ شرکت چہلم شریف کے لیے کراچی سے آئے ہیں، انھیں بیعت کرنے کے لیے مجھ سے استدعا کی، چناں چہ میں نے انھیں داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ کیا۔ احباب و متوسلین مخلصین اہل سنت سلمہم نے نذور گزاریں۔

اس کے بعد جملہ حضرات ساکنان قصبہ و مہمانان بیرون جات اپنے اپنے مقامات پر واپس جانے کے لیے حویلی سجادگی سے رخصت ہوئے، پھر میں قریب چھ بجے سہ پہر کے بھائی صاحب اور حسین میاں سلمہم نیز زکریا دادا کے ہم راہ ملبوسات بزرگان پہنے ہوئے اندرون محل سرائے زنانہ گیا۔ خدام درگاہِ معلی آگے آگے اسم ذات "اللہ" پکار رہے تھے۔ اندرونِ خانہ پہنچ کر صحن پیش صدر دالان پر جو چوکی بچھی تھی اس پر مجھے بھائی صاحب نے قبلہ رخ بٹھایا، بھائی صاحب نے اپنی دونوں بچیوں برخورداران عذرا خاتون و رقیہ خاتون سلمہما کو میرے سامنے لاکر کہا کہ میں انھیں داخلِ سلسلہ کرلوں۔ چناں چہ میں نے ان دونوں کے ہاتھ بطریقِ معروف اپنے ہاتھ میں لے کر ان دونوں سے کلمہ طیبہ پڑھوایا اور کہلوایا کہ "ہم داخل ہوئے سلسلہ میں حضور بڑے پیر صاحب رضی اللہ عنہ کے" پھر خود بھائی صاحب نے اپنی دونون بچیوں کی جانب سے بہ حیثیت ولی اپنے ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر کہا کہ "میں اپنی دونوں لڑکیاں سلمہما کو تمھارے ہاتھ پر داخلِ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کراتا ہوں۔ پھر حسب دستور قدیم خاندانی ایک ایک روپیہ ہر دو بچیوں سلمہما سے مجھے نذر کا دلوایا۔ ان سب چیزوں سے فراغت حاصل کر کے مع ہم راہیان مذکورین بالا محل سرائے زنانہ سے حویلی سجادگی میں دوبارہ واپس آیا۔ ملبوسات اتارے گئے اور ان کے مقاماتِ معینہ پر لے جاکر انھیں محفوظ کر دیا گیا۔ آثار شریف کی الماری میں سے موے ہاے مبارکہ کی پٹاریوں میں سے پرانا صندل نکال کر اس کی جگہ جو بھائی صاحب اپنے ہم راہ بمبئی سے صندل لائے ہیں وہ ان سب میں بھر دیا گیا اور صندل کہنہ شرکا میں تقسیم ہوگیا۔ رسم سجادگی کی ابتدا سے

آخر تک میرے داہنے ہاتھ میں حضرت بیا مرحوم قدس سرہ کا عصا مبارک بھی تھا۔ رسم سجادگی کے بخیر وخوبی بفضلہ تعالیٰ حسب طریق قدیم خاندانی مذکور بالا اختتام پذیر ہونے پر عرس چہلم شریف کی تقریب بھی بخیر وخوبی انجام کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے میرے اور میرے ساتھ متعلقین و اعزہ و احباب اہل سنت مسلمین کے حق میں اسے دارین میں مبارک و مسعود فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ۔ دن گزر کر شب میں متعدّد مہمانان بیرون جات و شہر مجھ سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے سب کو بخیر وخوبی لے جائے اور ہمیشہ بخیر وخوبی رکھے اور پھر بخیر وخوبی بہ ایمان و عافیت ایک دوسرے سے ملاقات کرائے۔ بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ و السلام و علیٰ آلہ و اصحابہ۔

تقریبات عرس کا اہتمام:

حضرت احسن العلما عرس قاسمی کا اہتمام بڑے ذوق و شوق سے فرماتے، کافی پہلے سے خانقاہ کی مرمت صفائی فرماتے اور مہینوں پہلے سے مہمانوں کے قیام وطعام کا اہتمام فرماتے، مارہرہ مطہرہ چھوٹا سا قصبہ ہے ضرورت کی چیزیں وقت پر فراہم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے مہینوں سے لنگر کے سامان کا اہتمام کرتے اور گیہوں، مسالہ جات اور روغن وغیرہ علاحدہ رکھ دیتے اور فرماتے یہ عرس کا سامان ہے اس میں کوئی ہاتھ نہیں لگائے، آپ انتظامات کے جزئیات پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ عرس کے ایام میں عوام وخواص سب آتے ہر ایک کے ساتھ بلند اخلاقی کا مظاہرہ فرماتے، مریض بھی آتے، پریشاں حال بھی آتے آپ کسی کی دل شکنی نہیں فرماتے بلکہ ہر ایک کو مطمئن کرنے کی بھر پور کوشش فرماتے۔ میں (مبارک حسین مصباحی) نے خود ان کی زندگی میں عرس قاسمی میں شرکت کی ہے اور وہاں کے حسن اہتمام اور اعلیٰ نظم و نسق کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے برسہا برس تک عرس قاسمی میں شرکت فرمائی ہے۔ آپ حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ علیہ اور عرس قاسمی کے حال آشنا ہی نہیں بلکہ رموز آشنا بھی تھے۔ عرس قاسمی میں حضرت احسن العلما کے معمولات کیا ہوتے تھے اس پر روشنی ڈالتے حضرت شارح بخاری فرماتے ہیں۔

”حضرت کی عالی ظرفی ایام عرس میں اپنے شباب پر ہوتی، عوام زیارت اور دست بوسی کے لیے ایک دوسرے پر گرے پڑتے، کبھی کبھی حضرت کے اوپر بھی گر پڑتے، مگر کبھی کسی کو نہ ڈانٹا نہ جھڑکا، جوانی کی بات جانے دیجیے اخیر عمر مبارک میں جب کہ مسلسل پندرہ سال تک اختلاج قلب (ہارٹ اٹیک) کے مستقل مریض رہے عرس کے ایام میں چھ چھ گھنٹے تک ایک طرح بیٹھے رہتے، نہ پہلو بدلتے اور نہ گھبراتے اور نہ چیں بہ جبیں ہوتے۔ ایام عرس میں قل کا دن بڑا صبر آزما ہوتا تھا نو دس بجے تقریباً حویلی سے باہر تشریف لا کر درگاہ شریف میں بیٹھ جاتے تقریباً دو ڈھائی بجے قل ہوتا۔ قل سے پہلے کم از کم آدھ گھنٹے تقریر فرماتے پھر خانقاہ شریف میں جامع مسجد برکاتی میں تشریف لے جاتے اور پھر پیچ در پیچ تبرکات رکھنے والی الماریوں کو کھلواتے اور دیکھتے اور تبرکات کے ساتھ پھر خانقاہ میں تشریف لاتے اسے کھولتے اور تقریباً دس بارہ تبرکات کی زیارت کراتے، پھر اس کو سمیٹ کر بند کرتے اور پھر اسے زنان خانے میں لے جاتے وہاں مستورات کو زیارت کراتے پھر جامع مسجد برکاتی میں واپس لا کر الماری میں بند فرماتے۔ اس کے بعد حویلی سجادگی میں تشریف رکھتے۔ گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے۔ اس لیے حویلی سجادگی ہی میں نماز ادا فرماتے اس وقت واپس ہونے والے زائرین کا اتنا ہجوم ہوتا کہ ہم جیسے لوگ اس بھیڑ میں بار بھی نہ پاتے، بارہ بجے رات تک یہی سلسلہ رہتا۔ اب کوئی ٹھنڈے دل سے سوچے کہ کیا آج کوئی ہے جواِن سب پر خندہ پیشانی کے ساتھ عمل کر سکتا ہے“؟

(سیدین نمبر، ص:۸۲)

خرقہ پوشی کا نورانی منظر:

عرس قاسمی برکاتی میں خرقہ پوشی کا منظر بڑا مبارک اور روحانی ہوتا ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کی پوری فضا کیف و نور میں ڈوب جاتی ہے۔ حاضرین و زائرین ٹکٹکی باندھے صاحبِ سجادہ کو تکتے رہتے ہیں اور دامنِ مراد بھرتے رہتے ہیں۔ حضرت شرف ملت نے حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ کی خرقہ پوشی کی بڑی دل کش منظر کشی فرمائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"خرقۂ بزرگان پہن کر حضور والد ماجد کا سراپا بالکل بدل جاتا۔ ایسا لگتا جیسے آسمان سے کوئی فرشتہ اتر آیا ہو۔ اس بات کی عینی شہادت کا موقع ہر برس ہزاروں انسانوں کو ملتا تھا۔ سرخ و سفید نورانی چہرے پر سیاہ خرقہ اور سیاہ صافہ، حضرت میر عبد الواحد بلگرامی صاحب "سبع سنابل" کی کلاہِ مبارک، کمر میں حضرت شاہ حمزہ ﷺ کی سیلی مبارک اور ہاتھ میں مرشد برحق حضرت ابوالقاسم شاہ جی میاں سید شاہ اسماعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ کا عصا۔ حویلی شریف سجادگی سے درگاہ معلی کا مختصر سفر ہزاروں مریدوں کے جلو میں طے کرتا ہوا وہ ولی صفت فرشتہ صورت شیخ المشائخ جب آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا آگے بڑھتا تو وہاں موجود ہزاروں افراد کا دل چاہتا کہ کاش یہ قدم میرے سینے پر پڑیں۔ میں بڑا ہو گیا تو خرقہ پوشی کے مجمع میں اندرونی حلقے میں ان کے بالکل پاس پاس رہتا اور پیچھے پشت کیے، ان کی طرف چہرے کا رخ رکھے انھیں مسلسل و مستقل دیکھتا ہوا حویلی سجادگی سے درگاہ معلی برکاتیہ تک چلتا ہوا آتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے وجود سے نورانی کرنیں نکل رہی ہیں جن میں سب شرابور ہیں۔ اسم اللہ کا نعرہ اللہ۔۔۔ اللہ کہتے ہوئے خدام و مرید آگے بڑھتے اور اپنے مرشد کے چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بیتاب رہتے۔ بڑے ابا ﷺ حویلی کے دروازے پر کھڑے اپنے بھائی صاحب سجادہ کو قادری دولہا بنے اس وقت تک دیکھتے رہتے جب تک وہ نظر سے اوجھل نہ ہو جاتے۔ درگاہ معلی پر آکر صاحب سجادہ حضور احسن العلما درگاہ کے دروازے پر بنی پتھر کی کرسی پر ایک لمحے کے لیے جلوہ افروز ہوتے۔ درگاہ کا خادم اپنی روایتی رسم پوری کرتا یعنی صاحب سجادہ کی خدمت میں گلاب کے پھولوں کا ہار پیش کرتا اور پھر صاحب سجادہ اپنے مرشد کے روضے میں جاکر روضہ اندر سے بند کر کے مراقبہ کرتے اور سب کے لیے دعاؤں کے واسطے ہاتھ اٹھا دیتے۔ باہر میلاد خواں حضرات "قاسم میاں ذرا کھولو کوڑیاں" اور حاجی میاں ذرا کھولو کوڑیاں" پڑھتے رہتے۔ ان پڑھنے والوں میں حافظ محمد جان برکاتی مرحوم اور ڈاکٹر ایوب حسن برکاتی مرحوم و مغفور پیش پیش رہتے۔ پھر صاحب سجادہ مجلس میں آکر رونق افروز ہوتے اور ان کے جلو میں ماسٹر محمد لعل قادری مرحوم و مغفور تشریف رکھتے۔ مریدین روایتی نذر پیش کرتے جو صاحب سجادہ ہاتھ سے چھو کر ماسٹر محمد لعل صاحب کے حوالے کر دیتے۔" (سیدین نمبر، ص:۷۴۹)

عقد مسنون کی تقریبِ سعید:

حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ کا عقد مسنون سیتا پور میں محلہ فتن سرائے کے قدیم خاندانِ سادات نقویہ کی اولاد یعنی حضرت سید محمد اسحاق صاحب قدس سرہ کی صاحب زادی سیدہ محبوب فاطمہ نقوی مد ظلہا سے ۲۱ر جنوی ۱۹۴۹ء میں ہوا۔

حضرت احسن العلما کی اہلیہ کا نسب نامہ حسب ذیل ہے:

۱-سید محمد اسحاق صاحب -۲-ابن سید نور الحسن صاحب -۳-ابن سید رجب علی صاحب -۴-ابن سید محمد بخش صالح -۵-ابن سید حاجی حیدر شاہ صاحب -۶-ابن سید عبد النبی صاحب -۷-ابن سید معروف علی صاحب -۸-ابن سید داؤد صاحب -۹-ابن سید شاہ محمد صاحب -۱۰-ابن سید شاہ مصطفےٰ صاحب -۱۱-ابن سید شاہ سلطان جہانگیر صاحب -۱۲-ابن سید شاہ فضل اللہ صاحب آملی -۱۳-ابن سید عبد اللہ عرف سید بڑے صاحب -۱۴-ابن سید ملک صاحب -۱۵-ابن سید مجاہد الدین صاحب -۱۶-ابن سید کمال الدین صاحب -۱۷-ابن سید علاء الدین صاحب -۱۸- ابن سید مرتضیٰ صاحب آملی -۱۹- ابن سید محمد صاحب -۲۰- ابن سید شاہ ابو طالب صاحب -۲۱- ابن سید شاہ علی صاحب -۲۲- ابن سید شاہ حسن صاحب -۲۳- ابن سید حسین صاحب -۲۴- ابن سید جعفر صاحب -۲۵- ابن حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ -۲۶- ابن حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ -۲۷- ابن حضرت امام موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہ -۲۸- ابن حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ -۲۹- ابن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ -۳۰- ابن حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ -۳۱- ابن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ -۳۲- ابن حضرت امام عرش مقام حسین رضی اللہ عنہ -۳۳- ابن حضرت امام امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا -۳۴- بنت حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ ﷺ ۔ (بحوالہ تاریخ خاندان برکات)

حضرت سید العلما ﷺ نے اپنے برادرِ عزیز کی شادی کے واقعات اپنی ڈائری میں درج کیے ہیں۔ حضرت شرف ملت مد ظلہ

العالی نے رشتہ ازدواج سے متعلق اس یادگار تحریر کو اپنے مضمون میں نقل کیا ہے۔ حضرت سید العلما کی اس مبارک تحریر کو آپ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

”۲۰/ جنوری ۱۹۴۹ء، ۱۰/ بجے میں، ببا، منشی ایوب علی، حسن میاں، سرتاج دلہن زاہدہ اور بجے وکیل احمد عبد الحق حجام یکّوں سے کاس گنج روانہ ہوئے اور وہاں سے ۳/ بجے سیتاپور کو روانگی ہوئی۔ مولا عزوجل بخیر پہنچائے۔ چناں چہ شب میں ۴/ بجے سیتاپور پہنچے۔

۲۱/ جنوری ۱۹۴۹ء۔ فجر کے وقت ہم سب جاکر مقیم ہوئے۔ زنانے کے لیے وحدانے والوں کا گھر اور مردانے کے لیے کوٹھی صادق تجویز ہوئی۔ چچا میاں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سید محمد اسحاق صاحب کے یہاں جاکر دوبارہ بارات و چوتھی سے متعلق گفتگو کی، پھر نمازِ جمعہ میں نے مسجد صادق میں پڑھائی اور اس کے بعد تھوڑی سی شیرنی منگا کر میلاد شریف پڑھ کر فاتحہ بزرگاں کیا۔ قریبِ عصر ہمارے یہاں سے جوڑا گیا دلہن کے یہاں اور مغرب کے بعد دلہن کے یہاں سے جوڑا آیا اور پھر ہمارے مدعووین نثار احمد، نیاز احمد، چچا میاں کے ساڑھو وغیرہم کے مجمع میں حسن میاں کو دولھا بنایا گیا اور برات چلی۔ ۱۰/ بجے شب میں برات سید محمد اسحاق صاحب کے دروازے پر پہنچی اور میں نے بہ وکالت خود و اصالت سید محمد اسحاق صاحب و حکیم سید آفاق حسین صاحب محبوب فاطمہ بنت سید محمد اسحاق صاحب کا عقد نکاح بعوض مبلغ دس ہزار روپیہ مہر موخر سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں بن سید آل عبا صاحب کے ساتھ اس طرح پڑھا کہ پہلے ایک مختصر تقریر میں میں نے اپنے خاندان کا تعارف کرایا اور زوج کا نسب پدری و مادری پڑھ کر سنایا اور پھر خطبۂ مسنونہ کے بعد عقد پڑھا۔ بعدہٗ خرمے تقسیم ہوئے، پھر کھانا کھلایا گیا۔ ۱۱/ بجے ہم عروس اور جہیز لے کر واپس ہوئے۔ عروس کو پہلے بپا کی کوٹھی میں اتروایا، پھر گھر لے گئے۔

۲۲/ جنوری۔ ۱۲/ بجے کے قریب برادر عروس سید محمد آفاق صاحب مع کچھ اعزہ آئے اور میں نے انھیں ناشتہ کرایا اور وہ لوگ عروس کو لے کر چوتھی میں گئے۔ پھر ہم سب مرد و عورت بھی عروس کے یہاں مہمان ہوئے۔ چچا میاں کی دلہن اور ان کی بچی بھی تھی۔ بعد ظہر ہم سب واپس ہوئے اور بعد مغرب میں اور حسن میاں دلہن کو گھر لائے اور پھر ہم سب شب کی گاڑی سے وطن کو روانہ ہوئے۔

۲۳/ جنوری ۱۹۴۹ء۔ ہم سب ۱۲/ بجے دوپہر کے بعد کاس گنج اور قریب دو بجے مارہرہ کے اسٹیشن پہنچے اور پھر بسواری یکہ و بیل گاڑی بفضلہ تعالیٰ گھر آئے اور ببا کی اجازت سے دلہن کو پہلے درگاہ شریف اتارا گیا اور پھر گھر لائے۔

۲۷/ جنوری ۱۹۴۹ء جمعرات۔ صبح کو سید سلطان حامد صاحب بریلی سے آکر ببا کے یہاں مہمان ہوئے۔ آج ببا نے حسن سلمہ کا ولیمہ کیا۔ بہ کثرت مرد و مستورات نے کھانا کھایا۔ دوپہر کی گاڑی سے سید محمد اسحاق صاحب سیتاپور سے آئے۔“

(یادِ حسن، ص: ۸۳ - ۸۴)

خانقاہ برکاتیہ میں میری پہلی حاضری:-

۲۶/ ۲۷/ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو سرزمین مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ کی مشہور خانقاہ قادریہ برکاتیہ میں حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن عرف شاہ جی میاں قدس سرہ (متوفی صفر ۱۳۴۷ھ) کا عرس منعقد ہوا۔ عرس قاسمی میں شرکت کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے ایک قافلہ شوق زیر قیادت فقیہ اعظم ہند حضرت شارح بخاری علامہ شاہ مفتی محمد شریف الحق امجدی ﷺ ۲۶/ اکتوبر کی شام کو مارہرہ شریف پہنچا۔ اس کاروان اشرفیہ میں جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا عبدالحق رضوی، محب گرامی مفتی بدر عالم مصباحی اور راقم السطور (مبارک حسین مصباحی) کے علاوہ شہزادۂ شارح بخاری حافظ حمید الحق برکاتی اور مولوی عارف کانپوری وغیرہ چند طلبہ بھی تھے۔ قافلہ جیسے ہی ہجوم عرس میں داخل ہوا ہر طرف حضرت مفتی صاحب کی آمد کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ استقبال و اہتمام کے لیے پوری انتظامیہ حرکت میں آگئی۔ ہر کارکن کے چہرے کی بشاشت اور

پیشانی کا نور یہ غمازی کر رہا تھا کہ جس وجود مسعود کے لیے ہم صبح ہی سے سراپا انتظار بنے ہوئے تھے وہ جلوہ گر ہو گیا۔ چشم ما روشن ودل ماشاد۔ حضرت کی قیام گاہ کے لیے ایک کمرہ پہلے ہی سے محفوظ تھا۔ آرام گاہ میں داخل ہوتے ہی ارادتمندوں اور مشتاقان دید کے نہ ٹوٹنے والے سلسلہ نے چند لمحوں کے لیے مجھے ورطہ حیرت میں ڈال دیا، یااللہ! امام احمد رضا کے مرکز عقیدت میں ایک نیاز کیش کی پذیرائی کا یہ عالم؟ بلاشبہ یہ سب فیض تھا درگاہ برکاتیہ خصوصًا احسن العلما حضرت علامہ سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کا۔

راقم السطور کا درگاہ برکاتیہ میں حاضری کا یہ بالکل پہلا موقع تھا۔ تقریبات عرس میں نظم وضبط اور قیام وطعام کی تمام تر سہولیات کے علاوہ جس چیز نے مجھے متاثر کیا وہ خانقاہی نظم ونسق، اہل خانوادہ خصوصا صاحب سجادہ حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ کی اخلاقی بلندی، علم دوستی اور اصاغر نوازی ہے، جس کا عام خانقاہوں میں فقدان نظر آتا ہے۔

اس موقع پر میرے ساتھ ایک عجیب اتفاق ہوا جسے میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ جب ہم مارہرہ شریف پہنچے تو ابھی حضرت احسن العلما کی زیارت بھی نہیں ہو پائی تھی کہ رات کا اجلاس خانقاہ میں شروع ہو گیا، حضرت مفتی صاحب نے برکاتی ناظم اجلاس حضرت مولانا بشیر القادری سے فرمایا ہمارے مبارک صاحب کی آج تقریر ہونا چاہیے اور مجھے حکم دیا آپ جلسہ گاہ میں جائیے، میں یہاں کے آداب سے واقف نہیں تھا سیدھا اسٹیج پر پہنچ گیا اسٹیج پر دو چار علما رہے ہوں گے سلسلہ نعت شریف کے بعد حضرت مولانا بشیر القادری صاحب نے میری تقریر کا اعلان کر دیا میں نے ۲۰ر منٹ کی ایک مختصر سی تقریر کر ڈالی۔ اب جب تقریر کر کے بیٹھا تو حضرت مولانا بشیر القادری صاحب نے فرمایا کہ ہمارے سرکار آپ کی تقریر کو بڑی توجہ سے سماعت فرما رہے تھے میں نے عرض کیا کون سرکار؟ تو اسٹیج سے نیچے دائیں جانب بیٹھے ہوئے ایک پرنور چہرے اور سفید ریش بزرگ کی جانب اشارہ فرمایا۔ ہمارے سرکار حضور احسن العلما دامت برکاتھم القدسیہ۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ مارہرہ مطہرہ کے تاجدار خود بوریہ نشیں ہو کر اپنے غلاموں کو تخت نشینی کا شرف بخشتے ہیں۔ اسلاف کے بارے میں جو کتابوں میں پڑھا تھا آج مارہرہ کی خانقاہ میں آنکھوں نے دیکھ لیا۔ پھر میں دیر تک اپنی بے خبری پر نادم رہا کہ اگر مجھے پہلے علم ہوتا کہ حضرت سرکار احسن العلما نیچے تشریف فرما ہیں تو تقریر سے قبل اجازت طلب کرتا اور اتنے بے باکانہ انداز سے نہ بولتا، مگر یہ بھی ان کا فیض ہی تھا کہ میرے لیے آسانی پیدا فرما دی۔ پھر میں اسٹیج سے نیچے اترا اور حضرت کی دست بوسی اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت نے تبسم ریز انداز سے ماشا اللہ کہتے ہوئے دعائوں سے نوازا۔ یہ پورا حسین منظر حافظے کی تختی پر بالکل تازہ ہے اور اب بھی عالم تصور میں حضرت کا جلوۂ زیبا میری نگاہوں کو نور بخش رہا ہے

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اس یادگار سفر میں یہ جان کر میری حیرت ومسرت کی انتہا نہ رہی کہ خانوادۂ برکاتیہ کا ہر فرد اپنے اپنے حلقہ اثر اور متعلقین ومتوسلین میں فخریہ انداز میں جامعہ اشرفیہ اور اس کی علمی دینی خدمات کا تذکرہ کرتا ہے۔ خانوادۂ برکاتیہ میں اشرفیہ نوازی کے قابل تقلید جلوے دیکھ کر یکلخت میرے ذہن میں حضور سید العلما کے وہ جملے گردش کرنے لگے۔ جو سہ روزہ تعلیمی کانفرنس اور جامعہ اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر ہزاروں دیوانوں کے ہجوم میں حضور حافظ ملت سے فرمائے تھے۔

حضور سید العلما کے اسی عہد کی تکمیل کے لیے آج خانوادۂ برکاتیہ کا ہر چشم وچراغ سراپا شوق نظر آتا ہے۔ قل شریف کی خاص محفل میں تاجدار مارہرہ حضرت احسن العلما نے ماہنامہ اشرفیہ سے متعلق اپنے گرانقدر تاثرات کے ساتھ اپنے تمام متوسلین ومعتقدین کو یہ حکم دیا تھا کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے اس علمی، دینی ترجمان کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ حکم پاتے ہی تمام سامعین ماہنامہ اشرفیہ کے مشتاق ہو گئے۔ خاصی تعداد میں لوگوں نے ممبری قبول کی اور ایجنسیاں بھی لیں۔ حضرت کی نوازش خسروانہ کی ترجمانی اور بار احساں کی شکر گزاری کے لیے نہ اس وقت میرے پاس الفاظ تھے اور نہ آج ہیں۔ میں یاور وارثی سے یہ دو شعر مستعار لے کر اپنے قلبی احساسات کی کچھ ترجمانی کرنے کی جرات کر رہا ہوں۔

پناہ مل گئی مجھ کو بھی ریگ صحرا میں
ہوائیں لکھتی رہیں آ کے بار بار حسن
نگاہ ودل میں تڑپتی ہے دید کی خواہش
دکھا دو چہرہ نوری پھر ایک بار حسن

(جاری)..................

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

حیات کے چند گوشے

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

رسولِ کریم ﷺ کی چار صاحب زادیاں تھیں: حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت امِ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ حضرت زینب کا نکاح ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع لقیط سے ہوا، حضرت رقیہ عُتبہ بن ابولہب اور حضرت امِ کلثوم عتبہ بن ابولہب کے عقد میں تھیں۔ اعلانِ نبوت کے بعد ابولہب کے بیٹوں نے ابولہب کے اشارے پر انھیں طلاق دے دی۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ یہ سب رخصتی سے پہلے ہوا۔ پھر یہ دونوں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ سب سے چھوٹی اور چہیتی صاحب زادی حضرت فاطمہ خاتونِ جنت، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ درج ذیل سطور میں انھیں (خاتونِ جنت) کا ذکرِ جمیل پیش ہے۔

نام ونسب: نام فاطمہ، لقب زہرا، بتول اور طاہرہ ہے، آپ رسولِ کریم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی صاحب زادی ہیں، والدہ کا نام خدیجہ ہے۔ ماں کی طرف سے شجرہ نسب یہ ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔

ولادت: آپ کی ولادت کے سلسلے میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے، ابوبکر راضی کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی عمر اکتالیس سال کی ہوئی تو آپ پیدا ہوئیں۔ ابنِ جوزی کہتے ہیں کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پیدائش اعلانِ نبوت سے پانچ سال پہلے ہوئی اور یہی مشہور تر روایت ہے۔ طبقات ابن سعد میں کچھ اضافے کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ آپ اظہارِ نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں، جب کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ [مدارج النبوۃ، ج:۲، ص:۴۵۹، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مرکز اہلِ سنت برکاتِ رضا، پور بندر/ الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۲۵۲، محمد بن سعد بن منیع زہری۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت]

حلیہ: متعدّد اور معتبر کتابوں میں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حلیہ مبارک رسولِ کریم ﷺ سے ملتا جلتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لب و لہجہ، اندازِ گفتگو اور نشست و برخاست رسولِ عربی ﷺ کے مشابہ تھا۔ صاحبِ استیعاب لکھتے ہیں:

عن عائشة قالت : ما رأيت أحداً كان اصدق لهجة من فاطمة، إلا أن يكون الذي ولدها صلى الله عليه وسلم. [الاستيعاب، ج:٤، ص:٤٥١، ابن عبد البر قرطبي، دار الكتب العلمية، بيروت]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں دیکھا اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی تھیں۔

نکاح: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح، ۲ھ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا، نکاح کس مہینے میں ہوا، اس میں اہلِ سیر اختلافِ رائے رکھتے ہیں، یہاں چند اقوال ذکر کیے جاتے ہیں: (۱) ماہِ رمضان میں ہوا۔ (۲) ماہِ ذوالحجہ میں (۳) ماہ رجب میں (۴) ماہِ صفر میں اور بعض کہتے ہیں کہ غزوۂ احد کے بعد ہوا۔

نکاح کے وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال، اٹھارہ سال کی روایت زیادہ مشہور ہے اور اس وقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔

مختلف روایتوں میں اس بات کی صراحت ہے کہ سیدہ فاطمہ کے لیے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا تو سرکارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سلسلے میں ابھی وحی کا انتظار ہے، یا یہ فرمایا کہ ابھی فاطمہ چھوٹی ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا تو ان کو بھی اسی طرح جواب دیا، پھر حضرت امِ ایمن یا بعض صحابہ (صدیق و عمر وغیرہ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترغیب دی کہ وہ فاطمہ کے لیے بارگاہِ رسول میں اپنا پیغام پیش کریں۔ حضرت علی نے کہا کہ جب ابوبکر و عمر کا پیغام رد فرما دیا گیا تو میرا پیغام کیوں کر قبول فرمایا جائے گا۔ صحابہ نے کہا کہ آپ نبی اکرم ﷺ کے بہت زیادہ

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

قریبی ہیں ان کے چچا ابو طالب کے بیٹے ہیں، جائیے شرم نہ کیجیے، حضرت علی مرتضیٰ کی کچھ ہمت بندھی، بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، سلام عرض کیا، حضور نے جواب عنایت فرمایا اور کہا ابو طالب کے بیٹے کیا بات ہے، کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اپنے لیے فاطمہ کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آقا ﷺ نے خوش آمدید کہا اور مسرت کا اظہار فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں بارگاہ نبوت میں حاضر تھا، میں نے دیکھا کہ آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی جو نزولِ وحی کے وقت طاری ہوتی ہے، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا: انس! اللہ رب العزت کی بارگاہ سے میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ کر دو، تو اے انس! جاؤ اور ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور جماعتِ انصار کو بلالاؤ، جب یہ حضرات حاضر ہو گئے تو آپ نے ایک بلیغ خطبہ پڑھا اور رب کائنات کی حمد وثنا بیان کی، اس کے بعد چار سو مثقال چاندی مہر پر حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی کے ساتھ کر دیا اور فرمایا: اے علی! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو؟ حضرت علی نے عرض کیا، قبول کرتا ہوں اور راضی ہوں۔ اس کے بعد سرکار نے کھجوروں کا ایک طباق لیا اور صحابہ پر بکھیر دیا، اس لیے فقہا کی ایک جماعت کہتی ہے کہ عقدِ نکاح کی ضیافت میں کھجور، بادام وغیرہ لٹانا مستحب ہے۔

جب سرکار نے سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا تو اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے اور سیدہ فاطمہ سے فرمایا، تھوڑا پانی لاؤ، آپ لکڑی کے ایک پیالے میں پانی لے کر حاضر ہوئیں، حضور نے ان کے ہاتھ سے پانی لے کر اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور حضرت فاطمہ سے فرمایا: قریب آؤ، وہ قریب ہوئیں تو آپ نے وہ پانی ان کے سینے کے درمیان اور سر پر چھڑکا اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں ان کو اور ان کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا: فاطمہ! میری جانب پشت کرو، حضور نے ان کے شانوں کے درمیان پانی کے چھینٹے دیے اور دعا فرمائی کہ پروردگارِ عالم میں ان کو ان کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر فرمایا: پانی اور لاؤ۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا تھا کہ اب حضور کیا کریں گے، یعنی اب میری باری ہے۔ میں کھڑا ہوا اور پانی بھر کر لایا، حضور نے وہ پانی لیا، اس میں اپنا لعابِ دہن ملایا اور فرمایا کہ میری سامنے آؤ، میں حضور کے روبرو کھڑا ہوا گیا۔ آپ نے میرے سر اور چہرے پر پانی کے چھینٹے دیے اور دعا فرمائی۔ اے اللہ! ان کو اور ان کی اولاد کو شیطان لعین سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا۔ ”بسم اللہ و البرکۃ“ کہ کر اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔

یہ روایت بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ نکاح کے روز فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعد عشا حضرت علی کے گھر لائے، پانی منگایا، اس میں لعاب دہن ملا کر دونوں کے بدن پر چھڑکا اور دعائیں فرمائیں۔ (جیسا کہ پہلی روایت میں گزرا) اخیر میں فرمایا اب اپنی خواب گاہ میں جاؤ اور یہ دعا کی۔ اے اللہ ان کے درمیان محبت والفت پیدا فرما، ان میں اور ان کی اولاد میں برکت دے، ان سے پریشانیاں دور فرما، ان کا نصیبہ نیک کر، ان پر برکات کی بارش فرما اور ان سے بہ کثرت پاک اور نیک اولاد عطا فرمایا۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب نکاح ہو گیا تو سیدہ فاطمہ رونے لگیں، اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: میری لخت جگر! کس بات نے تمھیں رونے پر مجبور کیا؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسے شخص کے ساتھ میرا نکاح کر دیا ہے، جس کے پاس نہ کوئی مال ہے اور نہ برتنے کی کوئی چیز، بیٹی کی یہ گفتگو سن کر مالکِ کل جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بیٹی! کیا تو اس سے راضی نہیں کہ حق تعالیٰ نے روئے زمین پر دو شخصوں کو باعظمت اور برگزیدہ بنایا ہے، جن میں سے ایک تمھارا والد اور دوسرا تمھارا شوہر ہے۔

حاکم حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آقا ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ میں نے ایسے شخص سے تمھارا نکاح کیا ہے جو اسلام کے اعتبار سے سب سے پہلا مسلمان ہے اور عمل کے اعتبار سے سب پر فائق اور داناتر۔ اور سنو! تم میری امت کی عورتوں میں سب سے بہتر ہو جس طرح حضرت مریم اپنی قوم میں تھیں۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے ایسے شخص کے ساتھ تمھارا نکاح کیا ہے جو دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔ [مدارج النبوۃ، ج:۲، ص:۷۴، ۷۵، شیخ عبدالحق محدث دہلوی]

مہر اور جہیز : جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسول میں حاضر ہو کر حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو سیدِ عرب وعجم ﷺ نے علی مرتضیٰ سے دریافت کیا کہ

تمھارے پاس کچھ ہے، حضرت علی نے عرض کیا کہ ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ فرمایا کہ گھوڑا تمھارے کام کی چیز ہے، زرہ فروخت کر دو اور اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ، انھوں نے زرہ چار سو اسّی درہم میں فروخت کر دی اور قیمت لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور نے اسے بلال کو دے دیا کہ اس سے عطر خرید لائیں اور باقی رقم حضرت امِ سلیم کے حوالے کی تاکہ اس سے سیدہ فاطمہ کے لیے جہیز اور امورِ خانہ داری کے سامان مہیا کریں، آپ نے اس رقم سے جن چیزوں کا انتظام کیا، ان کی فہرست یہ ہے:

(۱) دو چادر (۲) دو کتان کی نہالی (۳) چار بالشت کپڑا (۴) دو چاندی کے بازو بند (۵) گدا (۶) تکیہ (۷) ایک پیالہ (۸) ایک چکی (۹) ایک مشکیزہ (۱۰) کچھ مشروبات۔ (مدارج النبوۃ، ج:۲، ص:۷۶)

مہرِ فاطمی کے تعلق سے تین روایتیں ملتی ہیں، ایک تو یہ کہ حضرت علی کے پاس ایک زرہ تھی، وہی مہر میں دی گئی، یہ روایت ابنِ سعد نے اپنی طبقات میں ذکر کی ہے۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ مہر چار سو اسّی درہم تھے اور امام زرقانی نے مواہب لدنیہ کی شرح میں لکھا ہے کہ مہر مبارک چار سو مثقال چاندی تھی۔

یہ روایتیں نقل کرنے کے بعد امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز ان روایتوں میں یوں مطابقت پیش کرتے ہیں:

”پہلی دونوں روایتوں میں وجہِ تطبیق ظاہر ہے کہ مہر میں زرہ دی گئی، جسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے حکم سے چار سو اسّی درہم میں فروخت کر دیا، لہٰذا اب زرہ کہیے یا چار سو اسّی درہم کہیے، حاصل دونوں کا ایک ہی ہے اور تیسری روایت سے ان کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث زرہ کو ہمارے علماے کرام نے مہرِ معجل پر محمول فرمایا جو وقت زفافِ اقدس ادا کیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اصل مہر جس پر عقدِ نکاح ہوا وہ چار سو مثقال چاندی تھی اور زرہ برسمِ پیشگی وقتِ زفاف دی گئی جو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے حکم سے چار سو اسّی درہم میں فروخت ہوئی۔ امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے اور یہاں کا روپیہ سوا گیارہ ماشے، تو چار سو مثقال کے پورے ایک سو ساٹھ روپئے ہوئے۔

[فتاویٰ رضویہ، ج:۵، کتاب النکاح، باب المہر، ص:۴۹۲ تا ۴۹۷۔ رضا اکیڈمی ممبئی]

ولیمہ: نکاح سے فراغت کے بعد سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا: اے علی! شادی کے لیے ولیمہ بھی ضروری ہے، حضرت سعد نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے پاس ایک بھیڑ ہے میں اسے پیش کرتا ہوں، اس سے ولیمہ کر دیا جائے، اسی طرح انصار کی ایک جماعت نے جوار کے کچھ صاع کا انتظام کر دیا۔ [طبقات ابن سعد، ج:۸، ص:۲۵۳]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد ولیمہ کیا، اس وقت ان کے پاس ولیمہ کے لیے کچھ نہ تھا، مگر انھوں نے ولیمہ کیا، وہ اس طرح کہ ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ، جَو کے بدلے گروی رکھی، ان کے ولیمہ میں چند صاع جَو، کھجوریں اور حیس (جو، کھجور، گھی اور ستو سے تیار شدہ) کا کھانا تھا۔ [مدارج النبوۃ، ج:۲، ص:۷۶]

خانگی زندگی: رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جانے کے بعد آقائے دو جہاں ﷺ نے گھر کے کام بیٹی اور داماد پر تقسیم کر دیے، وہ اس طرح کہ اندرون خانہ کی ذمہ داری سیدہ فاطمہ سنبھالیں، مثلاً روٹی پکانا، جھاڑو دینا، چکی پیسنا وغیرہ اور باہر کے کام علی مرتضیٰ انجام دیں، مثلاً اونٹ کو پانی، چارہ دینا، بازار سے سودا سلف لانا وغیرہ۔ اس تقسیم کار پر دونوں بڑی مضبوطی سے کاربند تھے، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خود آگ کے سامنے بیٹھ کر روٹی پکاتیں، جھاڑو دیتیں اور چکی پیستی تھیں، جس کی وجہ سے ان کا رنگ متغیر ہو گیا تھا، ہاتھوں پر گھٹے پڑ گئے تھے اور کپڑے گرد آلود ہو گئے تھے۔

ایک دن حضرت علی مرتضیٰ نے اپنی شریکِ حیات سیدہ فاطمہ سے کہا کہ اب تو کنویں سے پانی کھینچتے کھینچتے سینے میں درد محسوس ہو رہا ہے، اس وقت دربارِ نبوی میں بہت سے قیدی آئے ہیں اور سرکار لوگوں کو غلام تقسیم کر رہے ہیں، تم بھی جاؤ اور ابا جان سے ایک خادم مانگ لاؤ، شوہر کے حکم پر وفا شعار بیوی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ آقا نے پوچھا، بیٹی! کیا بات ہے؟ کیسے آنا ہوا؟ آپ نے خادم مانگنے میں شرم محسوس کی اور عرض کیا: بس سلام کرنے حاضر ہو گئی تھی اور خادم کے تعلق سے سوال کیے بغیر واپس آ گئیں۔

حضرت علی نے پوچھا، کیا ہوا؟ آپ نے صاف صاف بتا دیا کہ مجھے شرم دامن گیر ہوئی اس لیے سوال ہی نہیں کیا، پھر دونوں میاں بیوی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ علی مرتضیٰ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پانی کھینچتے کھینچتے سینے میں تکلیف محسوس کر رہا ہوں، حضرت فاطمہ

بولیں، یارسول اللہ، قسم خدا کی چکی پیستے پیستے میرے ہاتھ گھس گئے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے قیدی عطا فرمائے ہیں، آپ ان میں سے ہمیں بھی کوئی خادم عطا فرمادیں۔ آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا:

بخدا میں تمھیں کوئی خادم نہیں دوں گا، کیا میں اہلِ صفہ کا حق چھوڑ دوں؟ وہ رات کو بھوکے سوتے ہیں اور میرے پاس ان کے لیے کچھ نہیں ہے، یہ غلام بیچ کر ان کی قیمت سے میں ان کی ضرورتیں پوری کروں گا۔

یہ جواب سن کر دونوں میاں، بیوی صبر و شکر کا دامن سمیٹے واپس ہوگئے۔ رات میں رسول رحمت ﷺ ان کے گھر آئے جب کہ دونوں اپنی خواب گاہ میں پہنچ چکے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں میرے پاس کچھ لینے پہنچے تھے، کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟

انھوں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایا جائے، آپ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور سوتے وقت ۳۳؍ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کا ورد کرو، یہی تمھارے لیے بہترین خادم ہے۔

[طبقات ابن سعد، ج:۸، ص:۲۵۵]

اولاد: حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے چھ اولادیں ہوئی تین لڑکے اور تین لڑکیاں، لڑکوں کے نام یہ ہیں: حسن، حسین اور محسن۔ لڑکیاں یہ ہیں: زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنہن۔ محسن اور رقیہ بچپن ہی میں اللہ کو پیارے ہوگئے، حضرت زینب، عبداللہ بن جعفر سے منسوب ہوئیں اور حضرت ام کلثوم حضرت عمر بن خطاب کی زوجیت میں آئیں، ان کی اولاد باقی رہی، اگرچہ ام کلثوم کے بطن سے عمر فاروق کے ایک صاحب زادے پیدا ہوئے جن کا نام زید تھا۔ [مدارج النبوۃ، ج:۲، ص:۴۶۰]

رسول کریم ﷺ کی صاحب زادیوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپ کی نسل چلی۔

وفات: رسول کریم ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت غم گین رہنے لگیں، اس کے بعد انھیں کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ صحیح روایت کے مطابق وفات رسول کے چھ ماہ کے بعد ۳؍ رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کے روز تقریباً ۲۹؍ سال کی عمر میں بہ وقت شب داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

حضرت ام سلمیٰ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہ بیمار ہوئیں۔ وفات والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں تھے، فاطمہ نے مجھ سے کہا: امی جان! مجھے غسل کرادیجیے، چناں چہ میں نے پانی ڈالا اور آپ نے خوب مل کر اچھی طرح غسل کیا، پھر کہا میرے نئے کپڑے لے آئیے، میں لے آئی تو آپ نے کپڑے بدلے اور فرمایا چارپائی بیچ گھر میں بچھا دیجیے، میں نے حکم کی تعمیل کی، آپ چارپائی پر قبلہ رو لیٹ گئیں اور بولیں۔ امی جان! اب جدائی کا وقت قریب ہے، میں غسل کرچکی ہوں دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں، اب کوئی میرا بدن نہ کھولے، اس کے بعد آپ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب حضرت علی تشریف لائے تو میں نے انھیں سارا واقعہ سنادیا، انھوں نے اسی غسل پر اکتفا کیا اور نمازِ جنازہ کے بعد دفن کردیا۔

[طبقات ابن سعد، ج:۸، ص:۲۵۶]

استیعاب اور اسد الغابہ میں ہے کہ حضرت علی اور اسما بنت عمیس نے غسل کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں انتہا درجے کی شرم و حیا تھی۔ وفات سے قبل آپ نے حضرت اسما بنت عمیس سے کہا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح کھلا ہوا لے جایا جاتا ہے، وہ مجھے پسند نہیں، اس طرح مرد و عورت کے جنازے میں کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ حضرت اسماء نے عرض کیا کہ میں نے حبشہ میں ایک بہترین طریقہ دیکھا ہے، اگر اجازت ہو تو عرض کروں، فرمایا: بتاؤ، حضرت اسما نے کھجور کی چند شاخیں منگائیں، انھیں چارپائی کے بازوؤں سے باندھ دیا اور اوپر سے کپڑا تان دیا۔ یہ شکل دیکھ کر فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ یہ کیا ہی بہترین پردہ ہے، اس سے مرد اور عورت کے جنازے میں امتیاز ہوگا، یعنی اسی طرح پردے کے ساتھ میرا جنازہ لے جایا جائے۔ اور فرمایا: اے اسما! تو اور علی مجھے غسل دیں۔ یہ اسلام کی پہلی خاتون ہیں جن کا جنازہ اس انداز سے پردے کے ساتھ اٹھا، اس کے بعد حضرت زینب بنت جحش کا۔

[الاستیعاب، ج:۴، ص:۴۵۱، ۴۵۲، ابن عبد البر قرطبی، دار الکتب العلمیہ، بیروت/اسد الغابہ، ج:۷، ص:۲۲۱، ابن اثیر جزری، دار الکتب العلمیہ، بیروت]

آپ کی نمازِ جنازہ بہ اختلاف روایت حضرت صدیق اکبر، حضرت علی یا حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے پڑھائی، صحیح قول کے مطابق آپ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ☆☆☆☆

مطلقہ عورتوں کے نان ونفقہ کا شرعی حکم اور سپریم کورٹ کے فیصلے

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

مطلقہ حاملہ عورت بچے کی پیدائش کے بعد دو سال تک اس بچے کو دودھ پلائے گی، چوں کہ وہ بچہ اپنے شوہر سابق کے لیے جن رہی ہے اور یہ بچہ بھی اسی کا ہے کیوں کہ نسل تو باپ کی طرف سے چلتی ہے، اس لیے اپنے نان ونفقہ کے ساتھ اس بچے کی دودھ پلانے کی اجرت بھی اس کے شوہر سابق سے وصول کرے گی اور دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ اس بچے کے پورے اخراجات اس کے باپ پر واجب ہوں گے اور وہ مطلقہ عورت اس کے باپ سے یہ رقم لے گی اور اس بچے کی پرورش کرے گی، اگر اس کی مطلقہ بیوی دودھ پلانے سے انکار کردے تو ایسی صورت میں دودھ دایا سے پلوائیں گے لیکن اس کے باوجود بھی بچہ ماں کے پاس ہی رہے گا اور دودھ پلانے والی دایا بھی ماں کے ساتھ رہے گی، اس کی ماں سے اس نومولود بچے کو چھینا نہیں جائے گا، اپنی اولاد سے جتنی محبت ماں کو ہوتی ہے اور جس طرح بہتر طریقے سے وہ پرورش کرسکتی ہے کوئی دوسری عورت نہیں کرسکتی، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف ولا تکلف نفس الا وسعھا لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذلک. (پ۲، ع۱۳، آیت ۲۳۲)

اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچہ کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔ (کنزالایمان)

مطلقہ غیر مدخولہ کی عدت کا حکم:

جن عورتوں کو ہم بستری اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی گئی ہے اور وقت طلاق ان کو حمل بھی نہیں ہے تو ایسی عورتوں کے لیے طلاق کی عدت نہیں ہے، وہ جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہیں، اگر اپنے شوہر سابق سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو اس سے بھی دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یاایھا الذین آمنوا اذا نکحتم المومنت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔

(پ۲۲، ع۲۶، سورہ احزاب، آیت ۴۸)

ترجمہ: اے ایمان والوں جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمھارے لیے کچھ عدت نہیں جسے گنو۔ (کنزالایمان)

فتح القدیر میں ہے:

الطلاق قبل الدخول لا تجب فیہ العدۃ۔

(فتح القدیر کتاب الطلاق)

خلوت صحیحہ کا مفہوم: خلوت صحیحہ یہ ہے کہ اس میں یہ تین شرطیں پائی جائیں:

(۱) مرد وعورت کا تنہا مکان میں جمع ہونا۔

(۲) مرد کو معلوم ہونا کہ یہ میری بیوی ہے۔

(۳) عورت میں کوئی شرعی یا حسی مانع صحبت نہ ہونا۔

مطلقہ عورتوں کی عدت گزارنے کی جگہ:

عدت گزارنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ مطلقہ عورت اس مکان میں عدت گزارے جس میں وہ رہتی ہے اور شوہر نے جہاں طلاق دی ہے، اس مکان اور جگہ کو چھوڑ کسی دوسرے مکان یا کسی دوسری جگہ بغیر ضرورت اور عذر شرعی کے ہرگز نہ جائے اور نہ شوہر کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی مطلقہ بیوی کو عدت کے دوران اپنے گھر سے باہر نکالے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

استاذ و مفتی ادارۂ شرعیہ اتر پردیش، رائے بریلی
kamalmisbahi786@gmail.com

اسکنو ھن من حیث سکنتم.

(پ۲۸،ع۱۶،سورہ طلاق،آیت۵)

ترجمہ:۔ عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو۔

(کنز الایمان)

اگر طلاق جس گھر میں رہتی ہے اس سے باہر واقع ہوئی تو اس پر لازم ہے کہ بلا تاخیر جس گھر میں رہتی ہے اس میں فوراً چلی آئے اور وہیں عدت گزارے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

علی المعتدۃ ان تعتد فی المنزل الذی یضاف الیھا با لسکنی حال وقوع الفرقۃ والموت ولو کانت زائرۃ اھلھا او کانت فی غیر بیتھا لا مر حین وقوع الطلاق انتقلت الی بیت سکناھا بلا تاخیر (عالمگیری ج۷،ص:۶۴)

طلاق بائن و مغلظہ کی عدت میں یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر اور عورت کے درمیان پردہ ہو اگر شوہر کے پاس چند کمرے ہوں تو بیوی الگ کمرے میں رہے اور شوہر الگ کمرہ میں رہے، اور اگر کمرہ ایک ہی ہو تو بیچ میں کسی چیز سے آڑ کر دی جائے کہ ایک طرف شوہر رہے اور دوسری طرف عورت رہے، اس بات کی احتیاط بھی ضروری ہے کہ عورت سے اس کی بات چیت بھی نہ ہو کیوں کہ اب وہ اپنی مطلقہ بیوی کیلیے اجنبی ہے اس لیے ایسا ہی پرہیز کرے جیسا کہ غیر مرد و عورت کے درمیان پرہیز ہوتی ہے، عورت کا صرف مرد کے سامنے بدن چھپانا کافی نہیں ہے کیوں کہ یہاں فتنہ کا اور زیادہ اندیشہ ہے۔

اور اگر مکان بہت چھوٹا ہو اور اس میں اتنی تنگی ہو اتنی جگہ نہ ہو کہ مرد و عورت دونوں الگ الگ طریقے سے رہ سکیں تو شوہر اتنے دنوں تک کے لیے اپنا مکان چھوڑ دے یہ نہ کرے کہ عورت کے لیے کوئی دوسرا مکان کرایہ پر لے لے یا اسے کسی دوسرے کے مکان یا پھر اسکے میکے بھیج دے اور خود اس میں رہے، عدت والی عورتوں کو بغیر ضرورت شرعی کے مکان بدلنے کی اجازت نہیں۔

اور اگر شوہر فاسق ہو تو اسے حکماً اس مکان سے علاحدہ کر دیا جائے اور اگر نکلنے اور مکان چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہو تو اس مکان میں کوئی ثقہ عورت رکھ دی جائے جو فتنہ روکنے پر قادر ہو۔

اور اگر طلاق رجعی کی عدت ہو تو شوہر سے پردہ کی حاجت نہیں اگر چہ شوہر فاسق ہی ہو کہ اسکی مطلقہ بیوی ابھی نکاح سے باہر نہیں ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ واتقو االلہ ربکم ولا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن ألا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ.(پ۲۸،ع۱۶، سورہ طلاق،آیت۱)

اے نبی!لوگوں سے فرمادو جب عورتوں کو طلاق دو تو انہیں عدت کے وقت کے لیے طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا رب ہے، نہ عدت میں عورتوں کو ان کے رہنے کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کھلی ہوئی بے حیائی کی بات کریں۔(کنز الایمان)

مطلقہ عورتوں کے نان ونفقہ کا شرعی حکم:

مطلقہ عورتوں کے نان و نفقہ کا نظام اور قانون قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی معتبر کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس میں سارے مجتہدین، فقہائے کرام، ائمہ عظام اور تمام مسالک اور مکاتب فکر کا اتحاد و اتفاق ہے کسی کا کوئی بھی اختلاف نہیں ہے اور وہ یہ کہ مطلقہ عورتوں کو عدت کے وقت تک ان کا نان و نفقہ (کھانا، کپڑا اور رہنے کا مکان) شوہروں پر واجب ہے اور عدت گزر جانے کے بعد شوہر پر کچھ بھی واجب نہیں، خواہ وہ مطلقہ عورت بعد انقضاے عدت کسی دوسرے کے ساتھ نکاح ثانی کرے یا یوں ہی نکاح کے بغیر اپنی زندگی گزارے، اپنے میکے میں سکونت پزیر ہو یا دوسری جگہ قیام پزیر، اس کے بال بچوں کی طرف سے یا میکے والوں کی طرف سے اس کے اخراجات کا کوئی بندوبست ہو یا نہ ہو اس کے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ ہو یا نہ ہو ان تمام صورتوں کا بعد عدت نان و نفقہ سے شوہر سابق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ان صورتوں کا شریعت اسلامیہ میں کوئی اعتبار و لحاظ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لینفق ذو سعۃ من وسعتہ و من قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتہ اللہ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اتھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا.

(پ۲۸،ع۱۶،سورہ طلاق،آیت۶)

ترجمہ: مال دار شخص اپنی وسعت کے لائق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ ہے وہ اس میں سے خرچ کرے جو اسے خدا نے دیا، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی اسے طاقت دی ہے قریب ہے کہ اللہ سختی کے بعد آسانی پیدا کے دے۔(کنز الایمان)

حدیث شریف میں ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سمعت رسول الله ﷺ یقول للمطلقة الثلث النفقة والسکنیٰ مادامت فی العدة

(ھدایہ کتاب الطلاق)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تین طلاق والی عورت کے لیے رہنے کی جگہ اور خرچ ہے جب تک کہ وہ عدت میں ہے۔

فقہ اسلامی کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے:

النفقة تابعة للعدة۔ نفقہ عدت کے تابع ہے۔

یعنی عدت تک ہی طلاق والی عورتوں کو گزارہ دیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے ہے:

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی کان الطلاق رجعیا او بائنا او ثلاثا عاقلا کانت المرأة اولم تکن (فتاوی عالمگیری ج۷/ص ۵۵۷)

عدت کا نان ونفقہ پانے میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ وہ نان ونفقہ عدت ہی میں ہو، اگر شوہر نے طلاق دینے کے بعد عدت کا نان ونفقہ اپنی مطلقہ بیوی کو نہیں دیا اور طلاق کے بعد اس کی مطلقہ بیوی نے بھی مطالبہ نہیں کیا، حاکم، قاضی شرع، پنچ، عدالت اور کورٹ وغیرہ میں نفقہ مقرر کرنے یا دلوانے کا دعویٰ نہ کیا، یا دعویٰ اور مطالبہ ایسے وقت میں کیا جب اس کی عدت گزر چکی تھی تو ایسی صورت میں وہ عدت کی مدت کا نان ونفقہ پانے کا بھی حقدار نہیں، اس کا نان ونفقہ از روے شرع ساقط ہو گیا۔

فتاویٰ ہندیہ میں محیط سرخسی کے حوالے سے ہے:

المعتدة اذا لم تخاصم فی نفقتها ولم یفرض القاضی شیئا حتی انقضت العدة فلا نفقة لها کذا فی المحیط (فتاویٰ ھندیہ ج۷/ص ۵۸۵)

اور اگر نان ونفقہ کا دعویٰ ومطالبہ کچھ دنوں کے گزرنے کے بعد کیا تو اب وہ صرف اتنے ہی دنوں کا نان ونفقہ پائے گی جتنے ایام عدت کے باقی رہ گئے ہیں اور جو ایام دعویٰ سے پہلے گزر گئے ان دنوں کے نان ونفقہ کا مستحق نہیں ہے۔ درمختار میں ہے:

والنفقة لا تصیر دینا الا بالقضاء اوا لرضاء ای اصطلاحهما علی قدر معین اضافا او دراهم فقبل ذالك لا یلزمه شئی وبعده ترجع بما انقضت ولو من مال نفسها بلاامر قاضی (درمختار)

ردالمحتار میں ہے:

اذا لم ینفق علیها بان غاب عنها او کان حاضرا فامتنع فلا یطالب بها بل تسقط بمضی المدة. (رد المحتار)

طلاق اور عدت کا ختم ہونا تو دور کی بات ہے جو عورت نکاح میں بھی ہو لیکن بغیر کسی عذر معقول اور شرعی مجبوری کے شوہر کی مرضی کے بغیر اپنے میکے میں رہتی ہے اور شوہر کے بلانے کے باوجود اس کے پاس نہیں آتی ہے یا شوہر کے گھر سے یا ان کی اجازت کے بغیر اپنے میکے چلی جاتی ہے تو ایسی عورتوں کا بھی جب تک وہ میکے میں رہیں اور شوہر کے یہاں نہ آئیں ان دنوں کا نان ونفقہ شوہر پر واجب نہیں، اسلیے کہ وہ ناشزہ اور شوہر کا نافرمان ہے اور ناشزہ عورت کا نان و نفقہ شوہر پر واجب نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ان نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الی منزله. (عالمگیری ج۷/ص ۵۴۵)

درمختار میں ہے:

لا نفقة لخارجة من بیته بغیر حق وهی الناشزة حتی تعود والناشزة هی الخارجة من منزل زوجها المانعة نفسها منه

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اس کے باپ کا بلا وجہ شرعی روکنا محض ظلم ہے اور زوجہ نہ جائے گی تو نان ونفقہ کی مستحق نہ ہوگی، لانها ناشزة لامتناعها بغیر حق وانما النفقة جزاء الاحتباس فاذالا احتباس لا نفقة. (فتاویٰ رضویہ ج۵/ص ۹۰۳)

مطلقہ عورتوں کے نفقہ میں مرد وعورت دونوں کی حیثیت کا اعتبار:

مطلقہ عورتوں کے نان ونفقہ متعیّن کرنے کے بھی مذہب اسلام میں طریقے بتائے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ مطلقہ عورتوں کے نفقات کے مقدار کا تعین مرد وعورت دونوں کی حالت کے اعتبار سے ہوں گے یعنی اگر مرد وعورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں جیسا ہوگا اور اگر دونوں غریب ہوں تو نفقہ غریبوں جیسا ہوگا، اور اگر ان میں سے ایک مال دار ہے اور دوسرا غریب ہے تو نفقہ متوسط درجے کا ہوگا یعنی غریب جیسا کھاتے ہوں اس سے عمدہ اور مالدار جیسا کھاتے ہوں

اس سے کم، اور اگر شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج ہو تو بہتر یہ ہے جیسا اپنا کھاتا ہو ویسا ہی عورت کو بھی دے مگر یہ مستحب ہے واجب نہیں، واجب متوسط نان ونفقہ ہی ہے۔فتاویٰ شامی میں ہے:

قال فی البحر واتفقوا علی وجوب نفقة الموسرین اذا کانا موسرین وعلی نفقة المعسرین اذا کانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذا کان احدهما موسرا والاخر معسرا فعلی ظاهر الروایة الاعتبار لحال الرجل فان کان موسرا وهی معسرة فعلیه نفقة الموسرین وفی عکسه نفقه المعسرین واما علی المفتی فیجب نفقة الوسط فی المسلمین وهو فوق نفقة المعسرة دون نفقة الموسرة۔

(ردالمحتار ج/۲ص/۷۰۱)

سپریم کورٹ کے فیصلے اور اسلامی شریعت میں مداخلت:

مذہب اسلام اور شریعت اسلامیہ نے نکاح، طلاق اور مطلقہ عورتوں کی عدت اور ان کے نان ونفقات سے متعلق جو اصول متعیّن کیے ہیں وہ انتہائی واضح اور معتدل ہیں، مرد وعورت دونوں کے حق میں بہتر اور یکساں مفید ہیں، انسان کے طبائع اور ان کی فطرت کے عین مطابق ہیں اور عقل سلیم کے بھی موافق ہیں، لیکن بہت ہی حیرت اور تشویش کی بات ہے کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں اس کے حکمراں اور عدلیہ اسلامی شریعت کے ان اصولوں کو نظر انداز اور ان کی مخالفت کرتے ہوئے مطلقہ عورتوں کی طرف داری اور حمایت میں ان کی دوسری شادی نہ ہونے تک اور دوسری شادی نہ کرنے کی صورت میں زندگی بھر ان کے سابق شوہروں کو نان ونفقہ (گزارہ بھتہ) دینے کا حکم صادر کرتا ہے۔اس طرح کے فیصلوں سے خواتین میں یہ پیغام جاتا ہے کہ عدالتیں ان کا حق دلانے کے لیے کوشاں ہیں، اور جب عدالت کے ان شریعت مخالف فیصلوں کو علمائے اسلام، مفتیان کرام اور فقہائے عظام چیلنج کرتے ہیں تو عورتوں کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ یہی وہ گروہ ہیں جو عورتوں کے حقوق کی تو بہت باتیں کرتے ہیں، مدلل مضامین ومقالات لکھتے ہیں، جلسوں اور کانفرنسوں کے اسٹیجوں پر لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں لیکن جب عورتوں کے حقوق ملنے کی بات ہوتی ہے تو یہی لوگ روڑہ ڈالتے ہیں، عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم کر دیتے ہیں، اس طرح ان کے ذہن وفکر میں علماء، فقہاء اور ارباب افتا وقضا کے تعلق سے بدظنی اور بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور یہ بدگمانی بغض ونفرت اور عداوت کی شکل اختیار کر لیتی ہے جو بسا اوقات بغاوت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور میڈیا اس کا پورا فائدہ اٹھا کر علمائے کرام جو اسلامی شریعت کے محافظ اور ہادی ہوتے ہیں، مسلمانوں کے پیشوا اور ان کے رہبر ورہنما تسلیم کیے جاتے ہیں، ان کے تعلق سے بے اعتمادی پیدا کرنے اور اسلامی شریعت کو مطعون کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ذیل میں سپریم کورٹ کے چند شریعت مخالف فیصلوں کے کچھ نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

شاہ بانو مقدمہ کا فیصلہ:

۲۳/اپریل ۱۹۸۵ء میں ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ نے محمد احمد خان بنام شاہ بانو مقدمے میں اندور کے معروف وکیل محمد احمد خان کی مطلقہ بیوی شاہ بانو کو دفعہ ۱۲۵/سی۔آر۔پی۔سی۔ (C.R.P.C. Act 125) کے تحت زندگی بھر گزارہ بھتہ دینے کا فیصلہ دیا تھا۔

شاہ بانو کی شادی ۱۹۳۲ء میں اندور کے معروف وکیل محمد احمد خان کے ساتھ ہوئی تھی، ۴۴/سال تک محمد احمد خان اور شاہ بانو کے درمیان ازدواجی زندگی کا یہ خوشگوار رشتہ قائم رہا، ازدواجی زندگی کے اتنے لمبے سفر کے بعد ۶/نومبر ۱۹۷۸ء میں محمد احمد خان نے شاہ بانو کو تین طلاق مغلظہ دی، طلاق کے محرکات اور اسباب کیا تھے ان کی حقیقت میاں بیوی ہی بہتر جانتے ہیں، شاہ بانو نے طلاق کے بعد اپنی زندگی کے گزر بسر کے لیے محمد احمد خان کے خلاف مقامی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا، عدالت نے شاہ بانو کے حق میں فیصلہ سنایا اور محمد احمد خان کو ۲۵/روپے ماہانہ گزارا بھتہ دینے کا حکم دیا، وکیل محمد احمد خان نے اس فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں دستک دی ہائی کورٹ نے نہ صرف ان کی اپیل خارج کی بلکہ گزارا بھتہ کی رقم بڑھا کر ۲۰۔۱۷۹ روپے کر دی، معاملہ آخر میں سپریم کورٹ پہنچا، سپریم کورٹ کے جسٹس ”چندر چوڑا“ کی پانچ رکنی بینچ نے محمد احمد خان کی مطلقہ بیوی شاہ بانو کو شریعت اسلامیہ کی مخالفت کرتے ہوئے دفعہ ۱۲۵/سی۔آر۔پی۔سی۔ (C.R.P.C. Act. 125) کے تحت زندگی بھر گزارہ بھتہ دینے کا فیصلہ دیا۔

مسلم عمائدین اور مسلمانان ہند نے اس شریعت مخالف فیصلے کے

خلاف پورے ملک سے صدائے احتجاج بلند کیا اور اسے پورے طور پر شرعی قانون میں مداخلت قرار دیا، ملکی سطح پر احتجاجی مظاہرہ ہونے گے، مسلمانوں کی مسلسل مخالفت اور ملک گیر احتجاجی مظاہروں کے پیش نظر آنجہانی راجیو گاندھی نے اپنی حکمت عملی اور سیاسی بصیرت سے پارلیمنٹ میں ”مسلم تحفظ حقوق مطلقہ خواتین ایکٹ“ شریعت بل پاس کرکے اس تنازع کا سدباب اور تصفیہ کیا، سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو کالعدم قرار دیا اور یہ قرار پایا کہ مسلمانوں کے مذہبی امور جیسے نکاح، طلاق، خلع، وراثت، ہبہ، او قاف جیسے خالص شرعی معاملات اسلامی شریعت اور مسلم پرسنل لا کے مطابق ہی تسلیم کیے جائیں گے، ان میں حکومت اور عدلیہ کی کوئی مخالفت نہیں ہوگی۔

شمیمہ فاروقی مقدمہ کا فیصلہ:

لکھنؤ کی رہنے والی شمیمہ فاروقی کا نکاح ۱/ اپریل ۱۹۹۲ء میں رائے بریلی کے فوجی محمد شاہد خان کے ساتھ ہوا تھا، نکاح اور رخصتی کے کچھ دنوں بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے شمیمہ فاروقی پھر اپنے میکے چلی گئی تھی اور ۱۹۹۵ء تک حصول علم میں مصروف رہیں، تعلیم مکمل ہونے کے بعد دوبارہ سسرال آئیں تو میاں بیوی کے درمیان تناؤ اور نااتفاقی ہوگئی اور پھر سے وہ میکے چلی گئیں اور وہیں رک گئیں، شاہد خان نے جون ۱۹۹۷ء میں شمیمہ فاروقی کو بذریعہ ڈاک طلاق نامہ بھیج دیا اور اسے طلاق دے دی، مہر کی رقم نیز عدت کے اخراجات بھی دے دیے، شمیمہ فاروقی نے اپنے شوہر کے اس فیصلے کے خلاف لکھنؤ فیملی کورٹ میں مقدمہ قائم کردیا، فیملی کورٹ نے ۱۷/ فروری ۲۰۱۲ء میں شاہد خان کو مبلغ ۴۰۰۰/ روپے ماہانہ گزارہ بھتہ دینے کا فیصلہ سنایا اور ساتھ ہی طلاق کے بعد سے تادم فیصلہ ۲۵۰۰/ روپے کے حساب سے گزارہ بھتہ کی بقایاجات کو بھی ایک مشت ادا کرنے کا حکم دیا شاہد خان مارچ ۲۰۱۲ء میں فوج کی ملازمت سے رٹائر ہوئے اور ان کی آمدنی کم ہوئی تو انہوں نے الہ آباد ہائی کورٹ میں گزارہ بھتّہ میں تخفیف کرنے کے سلسلے میں اپیل کی، ہائی کورٹ نے ان کی عرضی پر گزارہ بھتّہ کی رقم میں تخفیف کردی اور ۴۰۰۰/ (چار ہزار) کے بجائے ماہانہ ۲۰۰۰/ روپے (دو ہزار) گزارہ بھتہ ادا کرنے کا حکم دیا، شمیمہ فاروقی نے الہ آباد ہائی کورٹ کے اس تخفیف کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا، ۶/ اپریل ۲۰۱۵ء کو سپریم کورٹ کے جسٹس دیپک مشرا اور پارفل لا چندر پینٹ کی دورکنی بینچ نے شاہد خان کی مطلقہ بیوی شمیمہ فاروقی کو بھی دفعہ ۱۲۵/ سی۔آر۔پی۔سی۔ (C.R.P.C. Act. 125) کے تحت اس کی دوسری شادی نہ ہونے تک ۴۰۰۰/ روپے ماہانہ گزارہ بھتہ دینے کا فیصلہ دیا۔

جب کہ شاہد خان نے شمیمہ فاروقی کو طلاق دینے کے کچھ دنوں بعد ہی دوسری شادی کرلی تھی اور اس وقت ان کی دوسری بیوی سے تین بچے بھی ہیں جن کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا مکمل انتظام وانصرام شاہد خان کی آمدنی پر ہی موقوف ومنحصر ہے، پنشن کے علاوہ اس کے پاس دوسری آمدنی کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے اور نہ بڑھاپے کی اس عمر میں وہ کچھ کمانے کی طاقت رکھتا ہے، اب ایسی صورت میں ہر ماہ ۴۰۰۰/ روپے کی اتنی بڑی رقم وہ کہاں سے اور کیسے ادا کرپائے گا یہ ایک بہت بڑا لمحۂ فکریہ ہے۔

اسی طرح کا ایک فیصلہ ۲۰۰۰ء میں آسام کی رہنے والی مطلقہ ثمینہ خاتون کے تعلق سے سپریم کورٹ نے دیا تھا۔ اور ۲۰۰۱ء کے بعد کئی مرتبہ سپریم کورٹ کے اس طرح کے فیصلے سامنے آئے اور سپریم کورٹ کی تقلید کرتے ہوئے ملک کی دیگر عدالتوں سے بھی تقریباً سینکڑوں اسی طرح کے فیصلے مسلسل سامنے آئے ہیں جن میں سے کچھ فیصلوں کی خبر میڈیا کے توسل سے ہم تک پہنچی ہیں اور کچھ یوں ہی دب کر رہ گئی ہیں۔ اب ایسی صورت میں شاہد خان اور شاہد خان جیسے دوسرے خطہ افلاس سے نیچے زندگی گزارنے والے ملک کے دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوتا ہوگا جو اس طرح کے فیصلوں کا شکار ہوکر ایک عرصہ سے اپنی مطلقہ بیوی کا ہر ماہ گزارا ادا کرتے ہیں اور اپنے بال بچوں کے لیے مشکل سے دو وقت کی روٹی کا انتظام کرپاتے ہیں اور کبھی کبھی یوں ہی بھوکے نیند ہی سو جاتے ہیں۔

شاہ بانو کیس میں پارلیمنٹ نے جو ”مسلم تحفظ حقوق مطلقہ خواتین ایکٹ“ شریعت بل اور قانون پاس کیا تھا اس کی حیثیت قانونی اعتبار سے کچھ بھی نہیں تھی صرف ”حکومت اور مسلمانوں کے درمیان ایک طرح کا سمجھوتہ“ کی ہو کر رہ گئی تھی دفعہ ۱۲۵ا سی۔آر۔پی۔سی۔ (C.R.P.C. Act 125) میں جو ترمیم اور اس قانون سے مسلم پرسنل لا کی استثنا کی جو ضرورت تھی وہ باقی رہ گئی تھی اور اس سلسلے میں جو مضبوط اور مستحکم کامیابی کی ضرورت تھی وہ حکومت کی دور اندیشی اور ہماری ناعاقبت اندیشی

کی وجہ سے ناقص اور ادھوری رہ گئی تھی جس کی وجہ سے اس وقت سے لے کر آج تک سپریم کورٹ اور ملک بھر کی زیادہ تر عدالتوں سے اس طرح کے فیصلوں کا ہمیں سامنا کرنا پڑتا ہے اور دفعہ ۱۲۵ر کے تحت ہی مسلم مطلقہ عورتوں کو بھی زندگی بھر نان ونفقہ دینا پڑتا ہے۔

سپریم کورٹ کے اس طرح کے فیصلے شریعت مخالف اور بالکل ناقابل فہم فیصلے ہیں، ایسے فیصلوں کی توقع کوئی شخص سپریم کورٹ جیسی عدالت عظمیٰ سے جو ہماری ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے اس سے نہیں کر سکتا، ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے اور یہاں کی تہذیب گنگا جمنی تہذیب ہے، اس ملک میں ہر شہری کو اپنے مذہب کے پرسنل لاء پر چلنے اور ان پر عمل کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے اور یہ حق ان کو خود اس ملک کے آئین نے دیا ہے، اس طرح کے فیصلوں نے سپریم کورٹ کے وقار کو نقصان پہنچایا ہے اور اس کی عظمت کو مجروح کیا ہے سپریم کورٹ کا ایک اہم رول اور محترم مقام ہے جس سے یہ امید کی جاتی ہے کہ اس کے سامنے سب برابر ہوں گے اور کسی کو انصاف دینے کے معاملہ میں ان کا ترازو عدل وانصاف کا ترازو ثابت ہوگا مگر یہاں معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

اب ایسی صورت حال اور مسلم پرسنل لا مخالف فضا اور ماحول میں ہمیں بڑی حکمت ودانائی کے ساتھ یہ لڑائی لڑنی ہوگی اور شریعت اسلامیہ کے تحفظ وبقا کے لیے تدابیر اور راہوں کی جستجو وتلاش کرنی ہوگی، شاہ بانو مقدمہ کی طرح ان فیصلوں کے خلاف بھی صدائے احتجاج بلند کرنا ہوگا، تحریر وتقریر اور دعوت وتبلیغ کے ذریعہ ان کے خلاف آواز بلند کرنا ہوگا، ملت اسلامیہ کے تمام مکاتب فکر کے لوگوں کو متحد اور یکجا ہو کر ان کے خلاف حق وصداقت کا نعرہ لگانا ہوگا، شریعت اسلامیہ کا پرچم بلند کرنا ہوگا اور تحفظ شریعت جو ہم سبھوں کی ایک مشترکہ ذمہ داری ہے اس فریضہ کو خوب خوب انجام دینا ہوگا، عورتوں کو جو حقوق کا تحفہ اسلام نے دیا ہے ان حقوق کی بھی پوری وضاحت کرنی ہوگی اور مسلم مطلقہ خواتین کو بعد عدت گزارا بھتہ دیئے جانے والے حامیوں کے اعتراضات کا نقل وعقل کی روشنی میں جواب دینا ہوگا تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے اور شریعت اسلامیہ جو بالکل بے داغ وبے غبار مذہب ہے اس کی حقانیت و شفافیت شریعت مخالف لوگوں کے سامنے واشگاف ہو جائے نیز جو لوگ قرآن کریم کے کسی جز کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کرتے ہیں، عصر حاضر کے فلسفہ کا چشمہ لگا کر قرآن کریم کی مقدس آیتوں کی وضاحت کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ان کی حقیقت وقلعی بھی کھل جائے۔

ذیل میں مطلقہ عورتوں کو بعد عدت نان ونفقہ نہ ملنے کے کچھ عقلی وجوہات اور نان ونفقہ کے حامیوں کے چند اعتراضات اور ان کے جوابات قلمبند کیے جاتے ہیں لیکن ان سے پہلے نان ونفقہ سے متعلق کچھ بنیادی باتیں ملاحظہ کریں:

نان ونفقہ کے اسباب:

نان ونفقہ کے سلسلے میں سب سے بنیادی بات جو شریعت اسلامیہ نے ہمیں بتائی ہے وہ یہ ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ جو نان ونفقہ کے حقوق متعلق ہیں ان کے کچھ اسباب ہوتے ہیں اور وہ تین طرح کے اسباب ہیں جو یہ ہیں:

نفقہ ملک: لونڈی غلام کا نفقہ ان کے آقا پر ہے وہ مدبر ہوں یا خالص غلام، چھوٹے ہوں یا بڑے، اپاہج ہوں یا تندرست، اندھے ہوں یا انکھیارے، ان سب کا نفقہ آقا پر واجب ہے اور اگر آقا نفقہ دینے سے انکار کرے تو وہ مزدوری وغیرہ کر کے اپنے نفقہ میں صرف کریں۔ (یہ صورت اس زمانے میں کم پائی جاتی ہے)

نفقہ قرابت: ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اگر تنگ دست ہوں تو ان کا نفقہ واجب ہے اگر کمانے پر قادر ہوں اور مالدار ہوں یعنی نفقہ دینے والا بھی محتاج نہ ہو اور مالک نصاب ہو، اور اگر یہ بھی محتاج ہیں یا کمانے پر قادر نہیں ہے تو ان لوگوں کا نفقہ اس پر واجب نہیں البتہ اگر باپ اپاہج اور مفلوج ہے یا کما نہیں سکتا تو بیٹے کے ساتھ نفقہ میں شریک ہے اگر چہ بیٹا فقیر ہے، اور اگر ماں بیوہ ہے اور دوسرا نکاح نہیں کیا ہے تو اس کا نفقہ بھی بیٹے پر واجب ہے اگر چہ بیٹا فقیر ہو۔

باپ وغیرہ کا نفقہ جیسے اولاد پر واجب ہے نابالغ اولاد کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہے، جب کہ اسکی ملک میں مال نہ ہو، اسی طرح بالغ لڑکے اگر اپاہج یا مجنو یا نابینا ہوں، کمانے سے عاجز ہوں اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہے، اور لڑکی کے پاس جب مال نہ ہو تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے اگر چہ اس کے اعضاء سلامت ہوں باپ اور اولاد کے نفقہ میں قرابت وجزئیت کا اعتبار ہے وراثت کا نہیں ----------(جاری)

فکر و نظر

رمضان المبارک

عبادت وریاضت کا مقدس مہینہ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر وبصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم ارباب قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

جولائی ۲۰۱۵ء کا عنوان　　وزیر اعظم کے غیر ملکی دورے ہند کے لیے مفید یا مضر؟

اگست ۲۰۱۵ء کا عنوان　　مسلم نوجوانوں کا انکاؤنٹر- سچائی کیا ہے؟

نمائشی افطار پارٹیاں سیاسی ہوں یا غیر سیاسی ان سے پرہیز کرنا چاہیے

اختر حسین فیضی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

رسولِ گرامی وقار ﷺ اور ان کے صحابہ اس موسمِ بہار کی جلوہ گری سے پہلے ہی اس کے استقبال کے لیے بے تاب ہو جاتے اور اس کی برکات وحسنات سے کیسے فیض یاب ہوں، اس کی تیاری شروع کر دیتے، ایک مرتبہ آمد رمضان سے پہلے اختتامِ شعبان پر رحمت عالم ﷺ نے رمضان کی عظمت وفضیلت کے تعلق سے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے چند امور کی طرف توجہ دلائی، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:—

رسولِ کریم ﷺ شعبان کے آخری دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور نصیحت فرمائی کہ اے لوگو! تمھارے اوپر ایک عظمت وبرکت والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، اس میں ایک ایسی رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، اللہ نے اس کے روزے فرض کیے اور رات کے قیام (تراویح نمازِ نفل) کو ثواب کی چیز بنایا، جو شخص اس مہینے میں کسی عمل خیر کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرے تو گویا اس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو اس میں کوئی فرض ادا کرے گویا اس نے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیے۔

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کا مہینہ ہے اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس مہینے میں کوئی شخص کسی روزے دار کو افطار کرائے تو اس کے لیے گناہوں سے معافی اور جہنم سے پروانۂ آزادی ہے اور روزے دار کے ثواب کے برابر اسے بھی ثواب ملے گا اور روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہیں ہوگی، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کے اندر اتنی وسعت نہیں کہ روزے دار کو باقاعدہ افطار کرائے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ثواب اللہ تعالیٰ اس کو بھی عطا فرمائے گا جو کسی روزے دار کو ایک کھجور، ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے افطار کرائے اور جس نے کسی روزے دار کو پیٹ بھر کھلایا پلایا تو اللہ تعالیٰ اسے میرے حوضِ کوثر سے ایسا سیراب کرے گا کہ جنت میں جانے تک پیاسا نہ ہوگا۔

یہ ایسا مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی ہے اور اس میں جس نے اپنے خادم کے ساتھ رعایت برتی تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے گا اور اسے عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

اور فرمایا کہ اس مہینے میں چار چیزوں کی کثرت کرو جن میں دو چیزیں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر تمھیں چارۂ کار نہیں، وہ چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کروگے، وہ کلمۂ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری وہ چیزیں جو تمھارے لیے ضروری ہیں وہ یہ کہ تم اللہ سے جنت طلب کرو۔ اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ (مشکاۃ المصابیح، ص:۱۷۳، ۱۷۴، مسند احمد، ج:۴، ص:۲۰۱، کنز العمال، ج:۱، ص:۳۰)

زبان نبوت سے نکلے ہوئے ان کلمات طیبات میں امت کے لیے ایک لائحۂ عمل ہے کہ مسلمان اس کی روشنی میں رمضان المبارک کے شب و روز گزاریں اور خداوند قدوس کی خوش نودی حاصل کر کے اس کے انعام واکرام کے مستحق ہوں۔

اس خطبے میں درج ذیل امور کی طرف توجہ دلائی گئی:

[۱] اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے [۲] دن میں روزے فرض کیے گئے۔ [۳] قیام لیل یعنی اس کی رات کی عبادتوں کے سلسلے میں فرمایا کہ اس کی نفل فرض کے برابر اور اس کا فرض ستر فرض کے برابر ہے۔ [۴] یہ صبر و شکر کا مہینہ اس میں رزق میں کشادگی کر دی جاتی ہے۔ [۵] روزے داروں کو افطار کرانے والوں کو اجر عظیم کا مستحق قرار دیا گیا۔ [۶] پورے مہینے کو تین حصوں میں تقسیم کیا، پہلے عشرے کو رحمت، دوسرے کو مغفرت اور آخری کو پروانۂ نجات کا سبب بتایا۔ [۷] خادموں اور ماتحتوں پر سے کام کا بوجھ ہلکا کرنا، عذاب دوزخ سے حفاظت کا ذریعہ بتایا۔ [۸] کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت۔ [۹] جنت کی طلب اور دوزخ سے پناہ۔

رمضان کا چاند نظر آتے ہی مسلمان اس مہینے کی عظمت و کرامت کے پیش نظر ان امور کی انجام دہی میں لگ جاتا ہے جن کی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی، روزۂ رمضان کے ساتھ ساتھ مسجدیں بھی نمازیوں سے بھری دکھائی دیتی ہیں، اللہ کی حلال کردہ چیزیں نہ کھا کر صبر و شکر کا مظاہرہ کرتا ہے، روزے داروں کو افطار کرا کے اجر عظیم کا مستحق ہوتا ہے، پورے مہینہ عبادت و ریاضت میں گزار کر رحمت و مغفرت اور نجات ار کا پروانہ حاصل کرتا ہے، تقویٰ شعار اور نکوکار بندے اپنے خادموں اور ماتحتوں کے سپرد کردہ کاموں میں تخفیف کر کے عذاب جہنم سے حفاظت کا سامان فراہم کرتے ہیں اور اپنے رب کے حضور توبہ و استغفار کر کے جنت میں داخلے اور جہنم سے نجات کی دعائیں کرتے ہیں۔

اس ارشاد رسول میں جن جن چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے سب کی سب عبارت و ریاضت سے عبارت ہیں، گویا کہ رب کریم کی جانب سے یہ مہینہ "ماہ عبادت" ہے، لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ صرف اسی مہینے میں عبادت کی جائے اور باقی مہینے یوں ہی غفلت میں گزار دیے جائیں۔ اللہ کی عبادت خاص طور سے نماز پنج گانہ تو ایک مسلمان پر روزانہ لازم ہے، اس کے بغیر کوئی بندہ خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا اور نہ اضافی عبادتوں کے ثمرات سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔

اس مہینے کی خاص عبادتوں میں تراویح، روزہ اور اعتکاف ہیں، یہ اپنے مخصوص ثواب کے ساتھ اسی مہینے کے ساتھ خاص ہیں۔

☆رمضان کا چاند دیکھنے کے بعد ایک بندۂ مومن نماز تراویح کی تیاریوں میں لگ جاتا اور تراویح کے اندر کلام الٰہی سن کر اپنے دلوں کو جلا بخشتا ہے، نماز تراویح رمضان المبارک کی ایک امتیازی عبادت ہے جو اپنی ایک جداگانہ شان رکھتی ہے، قیام لیل کے اعمال میں نماز تراویح بڑی اہمیت کی حامل ہے، کیوں کہ نماز کے بغیر قیام لیل کا تصور ہی نہیں۔

☆صبح ادق سے غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کا نام روزہ ہے، رمضان کے دنوں میں ربِّ کریم نے مسلمانوں پر روزہ فرض قرار دیا ہے، ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ (البقرۃ:۱۸۳)

آیت قرآنیہ میں واضح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ روزے کا مقصد یہ ہے کہ ایمان والے روزے رکھیں تاکہ ان کے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری آئے اور جس دل میں تقویٰ رچ بس جائے گا وہ تمام منکرات سے دور اور معروفات سے قریب تر ہو جائے گا اور یہی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔

☆معاشی الجھنوں اور دنیوی مصروفیات سے نکل کر خود کو بارگاہِ خداوندی سے وابستہ کر لینے کا نام اعتکاف ہے۔ اعتکاف اگرچہ سنت کفایہ ہے، یعنی بستی کا کوئی ایک شخص بھی انجام دے لے تو دوسرے لوگ بھی ترک سنت کے وبال سے محفوظ رہیں گے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ محلے کے کسی ضعیف العمر شخص پر یہ ذمہ داری ڈال کر خود الگ ہو جائیں اور یہ سمجھ بیٹھیں کہ گناہ سے سے ٹل گیا، جب کہ معاملہ یہ ہے کہ اس طرح صرف ترک سنت کے وبال سے نجات ملی ہے، باقی جو اعتکاف اور اس میں اوراد واشغال کا عظیم ثواب ہے اس سے یکسر محرومی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص رضائے الٰہی کی طلب میں ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے تو مولائے کریم اس کے اور جہنم کے درمیان ایسی بڑی بڑی خندقیں حائل کر دیتا ہے جو دنیا سے زیادہ چوڑی اور وسیع ہیں۔ (الترغیب والترہیب، ۹۶/۲)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے رمضان شریف کے دس دنوں کا اعتکاف کیا، اسے دو حج اور دو عمروں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ (الترغیب والترہیب، ۹۶/۲)

خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جو مصروفیات سے وقت نکال کر عبادت و ریاضت کے لیے گوشہ نشیں ہو جاتے ہیں اور اپنے رب کی طرف لو لگائے رہتے ہیں، چوں کہ اس عظیم المرتبت مہینے میں تجلیاتِ ربانی خاص طور سے بندگان خدا کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اس لیے ان کے درمیان عبادتِ الٰہی کا جذبہ اور مہینوں کے مقابلے بڑھ جاتا ہے،

برائیوں کا ارتکاب کم ہوجاتا ہے، تقویٰ وطہارت اور تزکیہ ومجاہدہ میں اضافہ دکھائی دیتا ہے، گویابندۂ مومن اس ماہ خیروبرکت میں رضائے الٰہی کی طلب میں حتی المقدور کوشاں رہتا ہے، لیکن یہ بات ہمیشہ ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ کوئی بھی عبادت اسی وقت بابِ اجابت کو پہنچ سکتی ہے جب کہ صفائی قلب اور خوف الٰہی کے سائے میں کی جائے ورنہ پوری عبادت عابد کے منہ پرماردی جائے گی اور رب کریم کی ناراضی کا سبب بنے گی۔

بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ آج ہم نے اپنی عبادتوں میں کچھ ایسی چیزیں شامل کرلی ہیں جو نمائش اور نام ونمود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں، اور یہ بات ہر شخص پر واضح ہے کہ دکھاوا کہیں بھی محمود نہیں، چہ جائے کہ نماز، روزہ اور دیگر عبادتوں میں، رمضان کے آخری عشرے میں تراویح کے اندر شبینے کا بہت زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، اور اس میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اس طور پر ہوتا ہے کہ پورے قصبے یا شہر میں تلاوت قرآن کی آواز پہنچانا ضروری سمجھا جاتا ہے، اس کا مقصد صرف دکھاوا ہے، اور کچھ نہیں اور اس کا دوسرا نقصان شہر کی دوسری مساجد میں تراویح یا دوسری عبادت میں مصروف حضرات کو خلل میں ڈالنا ہوا، ساتھ ہی دوسرے برادران وطن کے آرام میں بھی خلل ڈالنا ہوا، ہمیں خود اس بات کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہماری عبادتیں رضائے خالق کے حصول کے لیے ہیں نہ کہ مخلوق کی دل آزاری کے لیے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہماری آوازیں مسجدوں کے اندر رہیں، اسی میں بھلائی ہے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی اپنی عبادتوں کو سڑکوں پر لانے کی ضرورت نہیں، مسلمان اس نمائشی عمل سے پرہیز کریں تو بہتر ہے۔

یوں ہی کسی روزے دار کو افطار کرانا ارشادِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں گناہوں سے معافی اور جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہے، یقیناً اللہ کے نیک اور تقویٰ شعار بندے روزہ کشائی کے ذریعہ رضائے الٰہی کے خواستگار ہوتے ہیں، لیکن آج مختلف قسم کی افطار پارٹیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، یہ اہتمام کسی سیاسی پارٹی کی طرف سے ہوتا ہے، یا کسی فرم اور تنظیم کی طرف سے، اس کے شرکا مختلف انواع کے ہوتے ہیں، مسلم، غیر مسلم اور صائم وغیر صائم، گویا یہ افطار پارٹیاں آج کے رمضان کا فیشن اور سیاسی آلہ کار بن کر رہ گئی ہیں، یعنی اس میں ایسے افراد کی شرکت ضروری سمجھی جاتی ہے جو ماہ رمضان کے اور روزے کی روح سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں۔ بعض جگہ عورتوں کا اختلاط ماہ خیروبرکت کے تقدس کو پامال کرتا ہوا نظر آتا ہے، ایسی تقریبات کی نحوست کی وجہ سے بسا اوقات ان کی بھی مغرب کی جماعت خطرے میں پڑجاتی ہے جو پنج وقتہ کے پابند ہوتے ہیں، ذرا ہم دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کیا اس طرح کی افطار پارٹی ہمارے لیے اجروثواب کا باعث بن سکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ایسی تقریب کے انعقاد اور اس میں شرکت سے باز رہیں اور رمضان وروزہ کا احترام کرتے ہوئے حقیقی برکتوں سے حصۂ وافر کے امیدوار ہوں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ فرزندانِ توحید رمضان المبارک کی عظمت وبزرگی سمجھنے کی کوشش کریں، منکرات ومنہیات سے بچیں اور دل میں خوف خدا رکھ کر رمضان کے لیل ونہار، عبادت وریاضت کے ساتھ اس یقین کے ساتھ گذاریں کہ پروردگار عالم ہمیں رمضان، روزہ، تراویح، اعتکاف اور دوسری عبادتوں کے اجروثواب سے ضرور شادکام فرمائے گا۔

آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہزار مہینوں سے افضل ہے شب قدر

محمد اظہار النبی حسینی، hussaini78692@gmail.com

یوں تو ہر سال، ماہ، دن اور لمحہ عبادت کی جاسکتی ہے۔ لیکن رمضان المبارک کی تو بات ہی کچھ اور ہے دیکھا جائے اور غور کیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ مہینۂ مبارک عبادتوں اور ریاضتوں ہی کے لیے ہے۔ اس میں رب جل شانہ کی رحمتیں اور خصوصی عنایتیں بندوں کو ڈھونڈتی رہتی ہے، لمحہ بہ لمحہ عبادت کا موقع میسر آتا ہے، یہ اس قدر بابرکت مہینہ کہ خود اسے اللہ کا مہینہ کہا گیا چناں چہ حدیث پاک میں ہے: شعبان شھری ورمضان شھر اللہ۔ یعنی شعبان میرا مہینہ اور رمضان اللہ جل شانہ کا مہینہ ہے۔ دوسری حدیث پاک میں اسے تمام مہینوں کا سردار کہا گیا:

اتاکم رمضان سید الشھور۔

یعنی اے لوگو! تمھارے پاس تمام مہینوں کا آقا رمضان تشریف لے آیا۔

یہ اس قدر رحمت وبرکت کا مہینہ ہے کہ جب اس کی آمد آمد ہوتی تو حضور ﷺ لوگوں کو مبارک بادیاں پیش فرماتے اور باقاعدہ اس کے استقبال کے لیے خطبے ارشاد فرماتے اور صحابہ کے سامنے اس کی اہمیت وفضیلت بیان فرماتے۔ چناں چہ شعب الایمان میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخر دن میں وعظ فرمایا۔ فرمایا:

(۱) اے لوگو! تمھارے پاس عظمت والا، برکت والا مہینہ آیا،

وہ مہینہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس روزوں کو فرض اور اس کی رات کے قیام کو نفل فرمایا ہے۔

(۳) جو اس میں نیکی کا کوئی کام کرے تو ایسا ہے جیسے اس کے علاوہ دوسرے مہینے میں فرض ادا کیا۔

(۴) اس میں جس نے فرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے۔

(۵) یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔

(۶) یہ (لوگوں کے ساتھ) مواسات (غمخواری) کا مہینہ ہے۔

(۶) اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے، جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے، اُس کے گناہوں کے لیے مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی اور اس افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا، اس روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔

ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں کا ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا، جس سے روزہ افطار کرائے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا، جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک خُرما یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو بھر پیٹ کھانا کھلایا، اُس کو اللہ تعالیٰ (بروز قیامت) میرے حوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔

(۷) یہ وہ مہینہ ہے کہ اُس کا اوّل رحمت ہے اور اس کا اوسط مغفرت ہے اور اس کا آخر جہنم سے آزادی ہے

(۸) جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے یعنی کام میں کمی کرے، اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرما دے گا۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، ۳۰۵/۳)

ذرا غور تو کیجیے کہ اس ماہ میں بندہ مومن پر انعامات و نوازشات کی کس قدر بارش ہو رہی ہے اور بندوں کو ان انعامات کا حق دار بنانے کے لیے اعمال صالحہ کی کس پر لطف انداز میں ترغیب دی جا رہی ہے۔

اب ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی کس قدر عبادت کے مواقع میسر آتے ہیں۔

(۱) آمد رمضان کی مبارک بادی: ماہ رمضان وہ رحمت و برکت والا مہینہ ہے کہ جس کی آمد کا حضور انتظار بلکہ دعا فرمایا کرتے تھے اور اس کی آمد پر صحابہ کرام کو مبارک بادیاں بھی دیا کرتے تھے بلفظ دگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ آمد ماہ رحمن کا استقبال اور اس ماہ غفران کی آمد پر لوگوں کو تہنیت دینا سنت رسول مقبول علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ہے۔ جیسا کہ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: لما حضر رمضان قال رسول اللہ ﷺ قد جاءکم رمضان شهر مبارك (مسند احمد، ۱۵۸/۳) یعنی جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو آپ ﷺ فرماتے (اے لوگو!) تمھارے پاس ایک مبارک مہینے کی آمد ہو چکی ہے۔ اسی طرح مجمع الزوائد کی حدیث پاک ہے کہ جب ماغفران مبارک رمضان کی آمد ہوتی ہے تو آپ ﷺ فرماتے :اتاکم رمضان سیدالشهور فمرحبا واهلا. (مجمع الزوائد، ۱۴۰/۳) یعنی (اے میرے پیارے صحابہ!) تمھارے پاس تمام مہینوں کا آقا و مولیٰ رمضان تشریف لا چکا تو ہم اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔

(۲) روزہ: رمضان کے روزے تمام مکلف مسلمانوں پر فرض عین ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا ان پر فرض ہوا تھا جو تم سے پہلے ہوئے، تاکہ تم گناہوں سے بچو۔ (بقرہ، آیت: ۱۸۳)

روزہ عرف شرع میں مسلمان کا بہ نیّت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے آپ کو قصداً کھانے، پینے اور جماع سے باز رکھنا۔ روزے کے تین درجے ہیں۔ ایک عام لوگوں کا روزہ کہ یہی پیٹ اور شرم گاہ کو کھانے، پینے اور جماع سے روکنا۔ دوسرا خواص کا روزہ کہ ان کے علاوہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے باز رکھنا۔ تیسرا خاص الخاص کا کہ جمیع ماسوی اللہ سے اپنے کو بالکلیہ جُدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا۔ (بہار شریعت، ۹۶۶/۱)

(۲) سحری: سحری کو روزوں کا مقدمۃ الجیش کہا جا سکتا ہے کہ روزوں کی ابتدا سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد سے ہوتی ہے۔ یہ بھی ہمارے پیارے آقا ﷺ کی سنت کریمہ ہے چناں چہ آپ ﷺ اس کی تاکید فرماتے، حضرت مالک ابن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تسحروا فان فی السحور برکة۔

یعنی سحری کیا کرو اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (بخاری شریف، کتاب الصوم، ۶۳۳/۱)

اسی طرح دوسری حدیث میں فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق سحری کا لقمہ ہے۔
(صحیح مسلم، کتاب الصیام، ص: ۵۵۲)

ایک اور حدیث میں ہے: سحری کل کی کل برکت ہے، اسے نہ چھوڑنا، اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے کیوں کہ سحری کھانے

والے پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ (مسند احمد، ۲۶/۴)

(۳) افطار: افطار بھی سنت رسول کریم ﷺ ہے۔ جسے تمام مسلمان بڑے ہی اہتمام کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اس کی بھی حدیث پاک میں تاکید اور فضیلت بیان کی گئی، ساتھ ہی اس میں تاخیر نہ کرنے کا حکم بھی فرمایا، چناں چہ حدیث پاک ہے: میری امت میری سنت پر رہے گی، جب تک افطار میں ستاروں کا انتظار نہ کرے۔ یعنی جب تک افطار میں تاخیر نہ کرے۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، ۲۰۹/۵)

روزہ داروں کو افطار کرا کے مسلمان کافی فضیلتیں اور برکتیں حاصل کرسکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: جو روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، ۳۰۵/۳) کتنی پیاری حدیث ہے کہ روزۂ افطار کرانے پر کیسی فضیلت بیان ہوئی اور وہ بھی کوئی بہت خرچ نہیں بلکہ خلوص نیت سے ایک گھونٹ پانی پلانا بھی اس فضیلت کے حصول کا سبب ہے۔

(۴) تراویح: رمضان المبارک میں عبادت کی شرح دیگر مہینوں کی بنسبت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ جن امور وافعال کی وجہ سے یہ شرح بڑھتی ہے ان میں تراویح بھی ہے۔ یقینا تراویح مرد وعورت سب کے لیے بالاجماع سنت موکدہ ہے اس کا ترک جائز نہیں۔ اس پر خلفائے راشدین نے رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مداومت فرمائی۔ اور خود حضور ﷺ نے تراویح پڑھی اور اسے پسند فرمایا۔

ہاں آج ہمارے درمیان باجماعت اہتمام کے ساتھ نماز تراویح ادا کی جاتی ہے ایسی صورت اس وقت نہ تھی علیحدہ علیحدہ ادا کی جاتی تھی پھر حضرت عمر فاروق اعظم نے ایک امام کے پیچھے جمع فرمایا اور اس وقت سے اب تک نماز تراویح باجماعت ادا کی جاتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک رات مسجد میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو متفرق طور پر نماز پڑھتے پایا۔ کوئی تنہا پڑھ رہا ہے، کسی کے ساتھ کچھ لوگ پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا: میں مناسب جانتا ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کردوں تو بہتر ہو چناں چہ سب کو ایک امام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے اکٹھا کردیا۔ الخ (صحیح بخاری، کتاب صلوۃ التراویح، ۶۵۸/۱)

(۵) تلاوت قرآن: یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن کا دور فرمایا کرتے۔ مسلمانوں کو بھی اس ماہ میں بکثرت تلاوت کی ترغیب دی گئی۔ الحمدللہ مسلمان اپنی استطاعت اور فرصت کے مطابق اس ماہ میں تلاوت قرآن کا اہتمام فرماتے اور اس کی برکتوں سے مالامال ہوتے ہیں اور جنھیں قرآن پڑھنا نہیں آتا یا آتا تو ہے لیکن صحیح طور پر وقت نہ ملنے کے سبب تلاوت نہیں کرپاتے ان کے لیے تراویح میں کلام ربانی کے فیضان سے مالامال ہونے کا سنہری موقع ہوتا ہے اور اس طرح مسلمان تلاوت کلام یا سماعت کلام پاک کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔

(۶) اعتکاف: ہم جب رمضان کی رحمتوں اور بخششوں بھری راتوں سے گزر کر اس کے عشرۂ اخیر یعنی باب عتق من النیران میں داخل ہوتے ہیں تو اور بھی زیادہ عبادت وریاضت کرنے اور گناہوں سے بچنے کے مواقع ہاتھ آتے ہیں۔ رمضان کی آخری دس تاریخوں میں اعتکاف سنت ہے لہذا اعتکاف میں بیٹھنے والے خوش نصیب جہاں خوب خوب عبادت کرکے نیکیاں کمانے میں مصروف ہوجاتا ہے وہیں گناہوں سے بھی بچنے کا بہترین ذریعہ ہاتھ آتا ہے اس لیے کہ معتکف کو صرف حاجت طبعی اور حاجت شرعی کے لیے ہی مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت ہوتی ہے اور جب باہر نہیں نکلتا تو اس کے گناہوں میں ملوث ہونے کا خطرہ بہت حد تک ختم ہوجاتا ہے۔

(۶) شب قدر: قربان جائیے اپنے رب کی رحمتوں پر! کس طرح اپنے بندوں کو اس ماہ میں لحہ بہ لحہ اپنی رحمت ومغفرت کے سایے میں آنے کا موقع فراہم کررہا ہے۔ اسی آخری عشرہ میں ایک رات شب قدر ہے جس کی فضیلت کا کیا شمار۔ وہ رات ہزار مہینوں سے افضل اور بہتر ہے چناں چہ ارشاد باری ہے:

لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔

پھر رب کی رحمت تو دیکھیے کہ اپنے بندوں کے وقت کو زیادہ سے زیادہ عبادت میں لگانے کا کیسا اہتمام فرمایا کہ اس کی کوئی متعین تاریخ نہ بیان فرمائی گئی بلکہ اس کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہوا تاکہ خوب خوب عبادت کیا جائے، حدیث پاک میں ہے:

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ ﷺ یجاور فی العشر الاواخر من رمضان. ویقول تحروا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان.

یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے اور ارشاد فرماتے تھے: تم شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے مین تلاش کرو۔

الغرض رمضان میں ہر ہر آن اور ہر لحہ عبادت کرنے سنتوں پر عمل کرنے اور نوافل وصدقات کرنے کی بیش از بیش مواقع ہیں اور یوں کہنا بجا ہے کہ رمضان المبارک عبادتوں کا ہی مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کو اور عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو اس ماہ مبارک کی تعظیم وتکریم کرنے اور اس کے فیضان سے مالامال ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین.

نقد و نظر

نام کتاب	:	**عہدِ نبوی میں غیر مسلموں کے حقوق**
مصنف	:	**محمد ساجد رضا مصباحی**
صفحات	:	۱۱۲ **قیمت:** ۶۰/روپے
ناشر	:	مکتبہ صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا (یوپی)
مبصر	:	**محمد طفیل احمد مصباحی**

حضرت مولانا مفتی محمد ساجد رضا مصباحی دام ظلہ العالی نئی نسل کے اصحابِ فکر و قلم میں ایک منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ گذشتہ دس سالوں سے آپ کا قلم مسلسل حرکت میں ہے۔ جس موضوع پر لکھتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ مولانا موصوف ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کی ”مجلسِ اصحابِ فکر و قلم“ کے ایک مستقل رکن ہیں اور ہمیشہ اپنے فکر انگیز خیالات اور مضامین و مقالات سے ماہ نامہ اور اس کے قارئین کو فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں۔ مقامِ مسرت ہے کہ آپ درس و تدریس اور مضمون نگاری کے ساتھ اب مستقل تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی قدم رکھ چکے ہیں۔ اس سے قبل آپ کے علمی، فکری، تحقیقی اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ ”رشحاتِ قلم“ کے نام سے منظرِ عام پر آچکا ہے اور اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب ”عہدِ نبوی میں غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ“ مولانا کی دوسری کتاب ہے جس میں دلائل و براہین کی روشنی میں موضوع سے متعلق تمام ممکنہ پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے؟ اور بتایا گیا ہے کہ تمام ادیان و مذاہب میں صرف اور صرف ”مذہبِ اسلام“ ہی امن و سلامتی اور انسانیت نوازی کا مذہب ہے اور انسانی حقوق و مراعات کا اس دینِ مہذب میں سب سے زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔

کتاب دو ابواب میں منقسم ہے۔ پہلے باب میں عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں غیر مسلموں کے ساتھ ان کے برتاؤ، محسنِ انسانیت ﷺ کی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور آپ کے حسنِ اخلاق کی تفصیل ہے، جب کہ دوسرے باب میں اختصار کے ساتھ اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق پر گفتگو کی گئی ہے۔

مسلم دہشت گردی، حقوق کی پامالی اور اظہارِ رائے کی آزادی وغیرہ امور آج اہلِ مغرب کے پر فریب نعرے ہیں۔ ایسے وقت میں اس قسم کی کتاب لکھ کر منظرِ عام پر لانا حالات کے تقاضوں پر صحیح عمل ہے۔

کتاب کے آغاز میں حضرت مولانا مجاہد حسین مصباحی اور حضرت مولانا مفتی انفاس الحسن چشتی نے گراں قدر تحریریں سپرد قلم فرمائی ہیں اور کتاب کے عقبی ٹائٹل پر جامعہ اشرفیہ کے استاذ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے فکر انگیز تحریر رقم فرمائی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس کتاب کا انگریزی اور ہندی ایڈیشن آجائے تو مصنف کی محنت وصول ہو جائے گی۔

نام کتاب	:	**مفتی اعظم راجستھان کی بصیرت و قیادت**
مصنف	:	**محمد اسلم رضا قادری اشفاقی**
صفحات	:	۷۲ **قیمت:** درج نہیں
ناشر	:	سنی تبلیغی جماعت، باسنی، ناگور، راجستھان
مبصر	:	**محمد طفیل احمد مصباحی**

مفتیِ اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی ﷺ کی ذاتِ گرامی ماضیِ قریب کے علماے اہلِ سنت میں ”بقیۃ السلف و عمدۃ الخلف“ کی تھی۔ آپ علم و عمل، فقہ و دانائی، زہد و تقویٰ اور دینی و سیاسی بصیرت و قیادت میں ایک انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔ مصنفِ کتاب جناب مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی کا یہ قول مبنی بر صداقت ہے کہ ”بلا شبہہ حضور مفتیِ اعظم راجستھان، زہد و تقویٰ کے امین، علم و فضل کے بحرِ بیکراں، اخلاص و وفا کے کوہِ گراں، صاحبِ توکل و استغنا، ایثار و قربانی کے سنگم، چرخِ حقیقت و معرفت کے درخشندہ آفتاب، یادگارِ اسلام، نمونۂ اجمل العلما، عکسِ مفتیِ اعظم ہند اور پرتوِ محدثِ اعظم ہند تھے۔“

مندرجہ بالا اقتباس میں مفتیِ اعظم راجستھان کی فکر و شخصیت کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اگر تفصیل دیکھنا چاہیں تو زیرِ تبصرہ کتاب ”مفتی اعظم راجستھان کی بصیرت و قیادت“ کا مطالعہ کریں۔ کتاب اگرچہ مختصر ہے، لیکن مفتیِ اعظم راجستھان کی حیات و خدمات کے اکثر گوشوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ مندرجہ ذیل پانچ عنوانات کے تحت فاضل مصنف نے مدلل انداز میں گفتگو کی ہے اور اپنے ممدوح کی کتاب حیات کے زریں اوراق قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعیِ مشکور فرمائی ہے۔

(۱) مفتیِ اعظم راجستھان کی خانوادۂ اشرفیہ و رضویہ سے عقیدت و محبت (۲) مفتیِ اعظم راجستھان اور تصوف (۳) مفتی اعظم راجستھان کی بصیرت و قیادت (۴) مفتی اعظم راجستھان کے چند اہم کارنامے (۵) مفتی اعظم راجستھان کا سوانحی خاکہ

محبِ گرامی حضرت مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی دام ظلہ ایک کم گو لیکن پر جوش نوجوان عالمِ دین ہیں۔ زبان سے زیادہ آپ کا قلم بولتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن آپ کی نئی نئی کتاب منظرِ عام پر آتی رہتی ہیں اور قارئین استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

حمد و نعت

اللہ سب کا پالنہار

نیک و بد مسکین و غنی کا سب کا پالنہار
اللہ سب کا پالن ہار
تیری کرم کی آس ہے سب کو ستار و غفار
اللہ سب کا پالنہار
افراد و اقوام و کو تو نے دی ہیں سزائیں بے شک
تجھ سے بغاوت کرنے والے اماں نہ پائیں بیشک
سرکش بندوں کی خاطر ہے قہار و جبار
اللہ سب کا پالنہار
تیرے حبیبِ پاک کے صدقے تجھ کو ہم نے جانا
معبود و مسجود تو ہی ہے یہ بھی ہم نے مانا
ساری خلقت کے سجدوں کا تو ہی ہے حق دار
اللہ سب کا پالنہار
ہر نعمت سے اعلیٰ نعمت ذات نبیِ آخر کی
تیرا ہوا وہ، مانی جس نے بات نبیِ آخر کی
دونوں جہاں کرتا ہے تو اس کا بیڑا پار
اللہ سب کا پالنہار
جو ان کے تابع ہو جائے تیری رضا کو پائے
کوئی اس کو غم بھی نہیں گر دنیا یہ ٹھکرائے
تیری وِلا سے اس کا دل تو ہوتا ہے سرشار
اللہ سب کا پالنہار
تیری ذات وصفات ہے اللہ فہم وگماں سے برتر
ناممکن ہے تجھ کو سمانا لفظ و بیاں کے اندر
تیری حمد خلیلؔ لکھے یہ ہے کارِ دشوار
اللہ سب کا پالنہار

محمد خلیل مصباحی چشتی، عزیز نگر، مبارک پور

تضمین بر کلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

امتِ عاصی پہ تیری غمگساری واہ واہ
کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمھاری واہ واہ
دیکھ کر حیرت زدہ ہے دنیا ساری واہ واہ
خامۂ قدرت کا حسنِ دست کاری واہ واہ
کیا کریں گے ان کے دیوانے زمانہ گھوم کر
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
رحمۃ للعالمیں کی سب پہ یکساں ہے نگاہ
نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
جو گنہگاروں کی خاطر اتنی تکلیفیں سہیں
اشک شب بھر انتظارِ عفوِ امت میں بہیں
شافعِ روزِ جزا تیری شفاعت کی نگاہ
مجرموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ
جو بدل ڈالی مشامِ جاں کا آتے ہی مزاج
کیا مدینے سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج
عفو کے طالب جنابِ احمدِ مختار میں
عرض بیگی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں
کس کی آنکھوں میں تھی جرأت کون تم کو دیکھتا
خود رہے پردے میں اور آئینہ عکسِ خاص کا
چشم کو مل جائے ٹھنڈک قلب پا جائے قرار
اِس طرف روضے کا نور اُس سمت منبر کی بہار
کس طرح اس کو سنبھالے کس قدر اسکو سہے
نفس یہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ جرم ہے
دیکھ ساحلؔ مصطفیٰ سے عشق کی یہ انتہا
پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضاؔ
فکر ہے آقا تمھیں کتنی ہماری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ
صورتِ بدر الدجیٰ ہے اتنی پیاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
پی رہے ہیں ساقیِ کوثر کا دامن چوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
ہے مدینے کی مقدس ارض ان کی جلوہ گاہ
اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ
جو ہمیشہ ربِ ہب لی امتی کہتے رہیں
میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ
جرمِ بے حد کو نہ دیکھے مُڑ کے شفقت کی نگاہ
طالعِ برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ
سارا گلشن پیش کرتا ہے عقیدت کا خراج
کچھ نئ بو بھینی بھینی پیاری پیاری واہ واہ
سر جھکائے ہیں کھڑے مجرم بھرے دربار میں
چھٹ رہی ہے مجرموں کی فَرد ساری واہ واہ
کوئی کیا جانے کوئی کیا سمجھے اس میں راز تھا
بھیج کر انجانوں سے کی راہ داری واہ واہ
دیکھ کر اک بار جی چاہے کہ دیکھیں بار بار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ
یہ اکیلا جسمِ لاغر دَب نہ جائے بار سے
ناتواں کے سر پہ اتنا بوجھ بھاری واہ واہ
اعلیٰ حضرت نے مچل کر مقطع میں یہ کہہ دیا
ان سگانِ کُو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

حشمت رضا ساحلؔ (بوکارو)

سفر آخرت

قاری محمد شبیر نوری علیہ الرحمۃ کا سفر آخرت

کہتے ہیں کہ موت کا وقت متعیّن ہے جب وقت اجل آجاتا ہے تو پھر ایک سکینڈ بھی دیر نہیں ہوتی اور جانے والا ہمارے درمیان سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوجاتا ہے۔۱۶/اپریل ۲۰۱۵ء مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ بروز جمعرات راقم سطور مدرسہ تعلیمی بورڈ کے امتحان میں مشغول تھا اتنے میں اطلاع ملی کہ قریب ۹ بج کر ۳۰ منٹ پر حضرت حافظ و قاری محمد شبیر نوری نور اللہ مرقدہ' دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔یقین نہیں ہورہا تھا کہ اس قدر جلد قاری صاحب مرحوم اللہ کو پیارے ہو جائیں گے مگر مرضیِ مولیٰ کے سامنے صبر وشکر کے سوا کوئی چارہ نہیں

قاری محمد شبیر نوری کی ولادت ۱۵/ اگست ۱۹۷۰ء/ کو ضلع شراوستی میں بھنگا سے متّصل واقع چکوا گاؤں میں ہوئی۔آپ کے والد گرامی حاجی منو صاحب شریف اور دین دار انسان تھے والدہ محترمہ بھی نیک اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ناظرہ قرآن پاک اور دینیات کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی۔بعد ازاں جامعہ عربیہ انوار لقرآن بلرام پور میں بزرگ شخصیت حضرت قاری محمد شمشاد صاحب (ابھی حیات ہیں) کے زیر نگرانی قرآن کریم کا حفظ مکمل کیا۔آپ کو مجود اعظم علامہ قاری احمد ضیاء ازہری علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔فراغت کے بعد ہی مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن میں تدریس سے منسلک ہوگئے تھے۔تدریس کے علاوہ تاج خاں مسجد کھدرا میں طویل عرصہ تک امامت کی اور مسجد کی تعمیر وتوسیع میں اہم کردار ادا کیا۔آپ ایک خوش فکر مقرر بھی تھے اہل سنت کے جلسوں اور پروگراموں میں بصد خلوص مدعو کیے جاتے تھے اور آپ کے خطابات بہت پسند کیے جاتے تھے۔بزرگان دین کے شیدائی تھے قطب اودھ سیدنا مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر پابندی کے ساتھ حاضری دیا کرتے تھے۔

قاری محمد شبیر نوری عمدہ اخلاق کے مالک تھے طلبہ کے ساتھ آپ کا رویہ بڑا مشفقانہ تھا اور اساتذہ واسٹاف سے بھی انتہائی نرم لہجے میں گفتگو کیا کرتے تھے کبھی کسی سے کوئی سخت بات نکل جاتی تو قطعی برا نہیں مانتے۔نوری صاحب مرحوم کی ایک اہم خوبی یہ تھی کہ وہ والدین کی بڑی تکریم وخدمت کرتے تھے۔مال ودولت کی فراوانی نہیں تھی مگر اس کے باوجود اپنی گاڑھی کمائی سے والدین کو حج بیت اللہ کے لئے بھیجا۔یہ ماں باپ سے ان کی غایت درجہ محبت کی دلیل ہے اور اس محبت وخدمت کا ثمرہ انہیں یہ ملا کہ آپ کے حج کا بھی انتظام ہوگیا اور ۲۰۱۱ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اخبارات اور شوشل میڈیا کے ذریعہ آپ کے انتقال کی خبر عام ہوتے ہی تلامذہ اور متعلقین کے تعزیتی فون آنا شروع ہوگئے۔مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کے اساتذہ واراکین نے آپ کی اچانک احلت پر گہرے صدمے کا اظہار کیا اور اہل سنت کے کئی مدارس میں مرحوم کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام ہوا۔۱۷/اپریل کو آپ کے جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے اعزہ واقربا کے علاوہ کثیر تعداد میں حفاظ، علما اور قرا بھنگا کی سرزمین پر ورود کر چکے تھے بعد نماز جمعہ مجود عصر حضرت قاری ذاکر علی قادری صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں عید گاہ والی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔پسماندگان میں زوجہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں بڑی لڑکی کی شادی ہوچکی ہے جب کہ بڑا بیٹا مدرسہ حنفیہ میں ہی حفظ قرآن کی سعادت حاصل کررہا ہے۔اللہ رب العزت تمام اہل خانہ کو صبر جمیل واجر جزیل کی توفیق بخشے اور قاری صاحب مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے آمین

از: مولانا محمد عرفان قادری

الحاج عبدالحکیم عزیزی مرحوم کی اہلیہ حجن نفیسہ بیگم کا وصال پر ملال

جناب الحاج عبدالحکیم عزیزی مرحوم، دال منڈی، بنارس کی اہلیہ محترمہ حجن نفیسہ بیگم ایک طویل علالت کے بعد ۲۷/ فروری ۲۰۱۵ء بروز جمعرات ۱۲/ بجے شب انتقال کر گئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ کی عمر ۸۰/ سال سے متجاوز تھی اور گذشتہ پچیس برسوں سے مسلسل بیمار چل رہی تھیں۔بعد نمازِ جمعہ ڈھائی کنگورہ شاہی جامع مسجد کوٹلہ بازار کے صحن میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔حضرت مولانا محمد محبوب عزیزی، منیجر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔مرحومہ نیک سیرت، بلند کردار اور صوم وصلاۃ کی پابند تھیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل سے نوازے۔آمین۔قارئینِ اشرفیہ سے دعاے مغفرت کی درخواست ہے۔

پس ماندگان میں ۶/ لڑکیاں اور ۴/ لڑکے، عزیز الحکیم، امیر الحکیم، وزیر الحکیم، لیاقت خان بقیدِ حیات ہیں۔جناب الحاج عبدالحکیم عزیزی مرحوم جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور کی ممبر سازی اور ادارے کے تعاون کے سلسلے میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کے اہلِ خانہ کے جملہ افراد کی عمر واقبال اور کاروبار میں اور ترقیاں عطا فرمائے۔(ادارہ)

صدائے بازگشت

تم نے تو اِسے بیدمؔ افسانہ بناڈالا

مکرمی .... سلام مسنون

مارچ ۲۰۱۵ء کا شمارہ ماہ نامہ اشرفیہ اپنی سابقہ تابانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا، مشمولات میں علمی تحقیق "من عرف نفسه فقد عرف ربه" کی روشنی میں، بہت پسند آئی۔ خیابانِ حرم کے تحت میں مولانا تحسین عالم رضوی کی منقبت بعنوانِ "آج بھی" مجھے پسند آئی۔ صدائے بازگشت کا کالم دیکھتے ہی حضرت بیدمؔ وارثی صلی اللہ کا یہ شعر یاد آگیا۔

ناکامیِ قسمت کی چھوٹی سی کہانی تھی
تم نے تو اِسے بیدمؔ افسانہ بناڈالا

بہر حال گذشتہ سے پیوستہ اسی شمارے کے دونوں مراسلے لائقِ قدر اور علمی ہیں خصوصًا مولانا محمد شعیب احمد مصباحی کشن گنج بہار کا مراسلہ جسے پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت نے کنزالایمان میں لغت کو نظر انداز نہیں کیا ہے، علمائے متقدمین اور تفاسیر معتبرہ کی تائید اعلیٰ حضرت کے ترجمے کو حاصل ہے، وہاں منشائے قرآنی کے مطابق یا قریب تر ترجمہ کرنے کی وجہ سے بالفرض اگر لغت کو نظر انداز کرنا پایا جاتا تو بھی اعلیٰ اعلیٰ حضرت کا یہ فعل محمود ہی رہتا مذموم نہیں۔

تعجب ہے تفسیر کبیر اور شرح شفا کی عبارتوں کے ہوتے ہوئے شاہ عبد القادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ ولی اللہ جیسے غیر متنازعہ لوگ بھی "ضالًا" کا ترجمہ "بھٹکتا ہوا" "راہ بھولا ہوا" "گم کردۂ راہ، لکھ گئے، مجھ ناقص الفہم کو تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یا تو ان محولہ عبارتوں تک ان کی رسائی نہیں ہوئی یا اردو میں فارسی میں محبت کا معنیٰ دار جملہ لانے سے قاصر رہے اور "محبت میں خود رفتہ" جیسا خوب صورت فصیح و بلیغ جملہ کہنا یا لکھنا اعلیٰ حضرت ہی کا مقدر و مقسوم تھا۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

اس سلسلے میں مزید جاننا چاہتا ہوں کہ "ضالًا فهدىٰ" حضور پر نور شافعِ یوم النشور محبوب رب غفور محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ہے اور "ضلالك القديم" حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق ہے، انبیا معصوم اس لیے ان کے افعال و اقوال و اوصاف غیر مذموم سب کے سب محمود، انبیائے کرام کے علاوہ دیگر کے محمود بھی، مذموم بھی، مثلاً حبِ دنیا مذموم، حبِ مولا محمود۔ "انا لنراها فى ضلال مبين" زلیخا کے بارے میں ہے جو کہ شہر مصر کی عورتوں نے کہا تھا، زلیخا کی خود رفتگی خواہشِ نفس کے تحت تھی، اس لیے مذموم۔ اب سوال یہ ہے کہ "ضال" بمعنیٰ حبِ محمود غیر نبی کے لیے کہیں کبھی استعمال ہوا ہے؟ یا ہو سکتا ہے؟ یا کہ انبیا کے لیے خاص ہے۔

اس مذکورہ مراسلے میں ایک لفظی غلطی کسی وجہ سے ہو گئی ہے، سورۃ والنجم کی آیت نمبر ۲ "ما ضل صاحبكم وما غوىٰ" ہے "تمھارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے" طغیٰ نہیں ہے، ہاں آیت نمبر ۱۷ "مازاغ البصر وما طغىٰ" ہے "آنکھ نہ کسی طرف پھیری نہ حد سے بڑھی" اِس غلطی کی تصحیح کرلی جائے۔

دوسرے مراسلہ نگار مولانا محمد طاہر حسین بوکاروی ہیں، انھوں نے تحدید و تکثیر کی بات حدیث پاک کے حوالے سے سمجھائی ہے، بسرو چشم قبول مگر میرے کہے ہوئے لاکھ دو لاکھ کے مفہوم کو یہ سمجھ نہیں پائے ہیں۔ لکھتے ہیں "اگر تکثیر مراد نہیں لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ فیضانِ مصطفیٰ ﷺ لاکھ دو لاکھ ہی میں کیوں محدود"۔ یہ لاکھ دو لاکھ تعداد انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں کہ روایۃً ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیائے کرام مبعوث ہوئے، نو سو سال، چار سو سال، تین سو سال، دو سو سال طویل المیعاد تبلیغیں ہوتی رہیں، آخر میں خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ تشریف لائے اور محض تیئیس سال کی مختصر مدت میں دنیا کے اکثر حصے میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ اس تمہید پر غور کیا جائے پھر یہ شعر پڑھا جائے۔

لاکھ دو لاکھ سے زائد بھی کھلے پھول مگر
آخری پھول کھلا تو مہک گئی دنیا

مصرعِ ثانی کے لفظ "آخری" سے بھی مصرعِ اولیٰ کا مفہوم متعیّن ہو جاتا ہے، کیوں کہ اگر یہ لاکھ دو لاکھ حضور ﷺ کے فیضان و محاسن و کمالات کے بارے میں ہوتا تو مصرعِ ثانی میں لفظِ "آخری" کیسے آتا، کیوں کہ فیضان آخر و تمام کہاں ہوا ہے۔ حضور کا فیضان تو جاری و ساری ہے، الیٰ یوم آخر، بلکہ۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

(حضرت حسن رضا بریلوی صلی اللہ)

سچ کہا ہے کسی نے کہ "کسی بات کو سمجھ لینا آسان ہے، سمجھا دینا مشکل"۔۔۔۔فقط والسلام

محمد خلیل مصباحی چشتی، عزیز نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

کامیابی کا قرآنی تصور

مکرمی........................سلام مسنون

آج کے دور میں ہر آدمی کی خواہش ہے کہ وہ کتنی جلد کامیاب ہو جائے۔ ہر کوئی کامیابی کے پیچھے بھاگ رہا ہے، ہر کسی کو ترقی کی فکر ہے۔ ایک طالب علم کامیابی کی سیڑھیوں کو عبور کرنے کے لئے انتھک جدوجہد کرتا ہے۔ تاجر اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے شب و روز محنت کرتا ہے۔ سیاست داں اقتدار کی کرسی پانے کے لئے ہر طرح کی تگ و دو کرتا ہے۔ کسان پیداوار کو بڑھانے کے لئے ہمہ وقت اپنے کھیتوں کو بنانے و سنوارنے میں لگا رہتا ہے۔ اسی طرح کوئی عمدہ مکان میں رہنے کو کامیابی تصور کرتا ہے تو کوئی عالی شان گاڑی میں سفر کرنے کو۔ کسی کو ملازمت مل گئی تو سمجھتا ہے کہ میں کامیاب ہو گیا۔ کسی کو مال و دولت ہاتھ آگئی تو وہ خود کو دنیا کا کامیاب ترین شخص خیال کرنے لگتا ہے۔ الغرض ہر انسان اپنی اپنی سوچ و فکر کے مطابق محنت کر کے کامیاب انسان بننا چاہتا ہے۔ آئیے قرآنی نقطۂ نظر سے اس بات کا جائزہ لیں کہ حقیقت میں کون سا انسان کامیاب ہے اور کامیابی حاصل کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ قرآن عظیم فرقان حمید نے کامیابی کا ذریعہ نہ مال و دولت کو قرار دیا ہے نہ ہی حکومت و سلطنت کو بلکہ اس کا آسان طریقہ یہ بتایا ہے کہ جو انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے وہ اپنے نفس کو صاف ستھرا کر لے۔ ارشاد ربانی ہے قد افلح من زکھا "کامیاب انسان وہ ہے جس نے اپنے نفس کو ستھرا کیا" (سورۃ الشمس آیت ۹) کلام الٰہی نے واضح کر دیا کہ حقیقت میں کامیاب انسان وہی ہے جس کا نفس صاف ہے۔ جس کا دل کفر و شرک اور گناہ کی آلودگیوں سے محفوظ ہے۔ جس دل میں ایمان، تقویٰ اور اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی محبت گھر کئے ہوئے ہے۔ قلب کی سلامتی پر ہی پورے جسم کی سلامتی منحصر ہے یعنی جب قلب نور ایمان سے منور اور کفر و شرک اور نفاق سے پاک ہوگا تو جسم کے سارے اعضاء صحیح سمت میں کام کریں گے۔ پھر زبان سے بے ہودہ اور لغو باتیں نہیں نکلیں گی۔ کان فحش باتیں سننے سے گریز کریں گے، آنکھیں بری چیزوں کی جانب نہیں اٹھیں گی۔ ہاتھوں سے کسی پر ظلم نہیں ہوگا اسی طرح پیر بھی حرام و ممنوع کاموں کے لئے نہیں اٹھیں گے۔ ایک اور مقام پر قرآن عظیم نے دل کی صفائی پر زور دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم

"جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر" (سورۃ الشعراء آیت ۸۸،۸۹)۔

آج مادی اعتبار سے انسان کے پاس راحت کی ہر چیز موجود ہے پھر بھی اسے سکون نہیں ملتا۔ جو جتنا بڑا سرمایہ دار ہے اسے اتنی ہی ہائی پاور گولی کھانی پڑتی ہے کیونکہ اس کا دل صاف نہیں۔ اور جب انسان کا دل میلا ہو جاتا ہے تو اس کی خواہش بڑھتی جاتی ہے، ایسا شخص اپنی آرزوؤں کی تکمیل اور دل کی پیاس بجھانے کی خاطر دوسروں کا حق مارنے لگتا ہے نتیجہ کے طور پر اس کا اطمینان غارت ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ اتنا مضطرب و پریشان ہو جاتا ہے کہ خود اپنے ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ دیتا ہے۔ اسلام نے تزکیہ نفس پر اسی لئے بہت زور دیا ہے تاکہ انسان کے دل میں بغض و حسد، نفرت و عداوت، حرص و طمع نہ پیدا ہونے پائے اور وہ جھوٹ، غیبت، چغلی اور تمام صفات مذمومہ سے محفوظ رہ سکے۔ انسان جسمانی اعتبار سے جب لاغر و کمزور ہوتا ہے اور اس کو کوئی بیماری لگ جاتی ہے تو وہ معالج کے پاس جاتا ہے اور اس کے تجویز کردہ نسخوں کو استعمال کر کے دوبارہ صحت یاب ہوتا ہے۔ اسی طرح روحانی مریضوں کے لئے بھی قرآن عظیم نے نسخہ تجویز کیا ہے اس نسخے پر عمل پیرا ہو کر انسان روحانی اعتبار سے صحت مند ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے قد افلح من تزکیٰ وذکر اسم ربہ فصلیٰ "بے شک مراد کو پہونچا جو ستھرا ہوا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی" (سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۵) اس آیت میں تین باتوں کا تذکرہ ہے۔ (۱) انسان اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرے (۲) اللہ کو یاد کرے (۳) پابندی سے نماز ادا کرے۔ مذکورہ تین باتوں میں نفس کی صفائی کو مقدم رکھا گیا ہے گویا نفس کی پاکیزگی کامیابی کا پہلا زینہ ہے۔ آج انسان کا قلب و روح دونوں بیمار ہو چکا ہے اور ہمارے دلوں میں برائیاں اپنا ڈیرہ جما چکی ہیں اس لئے نہ ذکر اللہ کی فرصت ہے اور نہ ہی دینی باتیں سننے اور عمل کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن نے اس امر کو مقدم رکھا کہ پہلے قلب و روح کو سنوارا جائے تبھی نماز اور دیگر عبادات کا ثمرہ نصیب ہوگا اور عبادتیں مقبول ہوں گی۔ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی سے بھی قلب و روح کو مزکیٰ و مصفیٰ کرنے کی تعلیم ملتی ہے پھر عبادات کی جانب طبیعت کا میلان خود بخود ہوگا اور اللہ کے کسی حکم پر عمل کرنے میں بندہ ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ ہم میں سے جو بھی کامیاب زندگی گزارنا چاہتا ہے اسے قرآنی فارمولے پر عمل کرنا ہوگا بصورت دیگر انسان خود کو اگرچہ بہت کامیاب تصور کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ کامیابی سے بہت دور ہے۔

از: مولانا محمد عرفان قادری
استاذ: مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

خیر و خبر

البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں توسیعی خطبات کا اہتمام

مغربی اتر پردیش کے علمی و تہذیبی شہر علی گڑھ میں مدارس اسلامیہ کے فارغین علمائے کرام کی شخصیت سازی اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق انہیں بین الاقوامی سطح کی دینی قیادت کے لائق بنانے کے لئے ایک ادارہ بنام ”البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ“ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ادارہ حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ العالی کی سرپرستی اور صاحبزادہ حضرت سید محمد امان میاں قادری برکاتی کی ادارت میں چل رہا ہے۔ اور اپنے پہلے ہی سال میں ترقی کی منزلوں کو طے کرتا نظر آرہا ہے۔

اس ادارہ میں تعلیم پانے والے علمائے کرام کے اندر دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید عربی، اردو، انگریزی اور کمپیوٹر سائنس میں بھی مہارت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ طلبہ کے اندر قیادت کی صلاحیت پیدا کرنے اور ان کی کردار سازی کے لئے ہند و بیرون ہند کی مختلف یونیورسٹیوں سے اپنے میدان کے ماہر علمائے کرام اور دانشوروں کو مدعو کیا جاتا ہے جو اپنے تجربات کی روشنی میں طلبہ کے سامنے توسیعی خطبہ پیش کرتے ہیں۔

اسی سلسلے میں ۸/ اپریل ۲۰۱۵ء کو ذمہ داران ادارہ نے محترم ڈاکٹر محمد کاشف رضا خان صاحب، ڈائرکٹر ایچ۔ سی۔ بی۔ گیا، بہار کو مدعو کیا۔ انہوں نے قرآن و حدیث اور ذاتی تجربات کی روشنی میں طلبہ کے سامنے بڑی عمدہ اور فکری باتیں پیش کیں۔

انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ جب ہم اسلام کے دور اول پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ جان کر بے حد حیرت ہوتی ہے کہ دور اول کے مسلمان جو صرف بارگاہ رسالت سے تربیت یافتہ تھے وہ شریعت وطریقت، سیاست وقیادت، علم و حکمت، حرفت وصنعت اور فن سپہ گری وغیرہ ہر میدان میں دنیا کی قیادت کرتے نظر آتے تھے، مگر اس دور کے مسلمانوں میں ان چیزوں کا فقدان نظر آتا ہے۔

انہوں نے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ دور حاضر میں مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کا رجحان دین کی طرف کم اور دنیا کی طرف زیادہ ہے۔ لہذا آپ اپنے اندر ایسی لیاقت پیدا کریں کہ اس طبقے اور ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کی قیادت کر سکیں اور انہیں مطمئن کر سکیں۔

۱۱/ اپریل ۲۰۱۵ء کو جناب ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی صاحب، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی کو ”ہندوستان کے مشہور سلاسل“ کے عنوان سے توسیعی خطاب کے لئے دعوت دی گئی۔ ڈاکٹر موصوف تشریف لائے اور مذکورہ عنوان پر دو نشستوں میں تفصیلی خطاب فرمایا۔

ڈاکٹر صاحب نے سلاسل اربعہ (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کے بانیان اور ان کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ مذکورہ سلسلے کس طرح ہندوستان میں آئے۔

انہوں نے کہا کہ برصغیر میں سلسلہ قادریہ کا قیام اور رواج پندرہویں صدی عیسوی کے وسط میں ہوا جبکہ سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی یہاں آمد سے پہلے پہنچ چکا تھا یہ اور بات ہے کہ اس کو شہرت دوام خواجہ صاحب اور آپ کے خلفا سے ملی اور دیگر سلاسل کی بہ نسبت سلسلۂ چشتیہ کو سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

انہوں نے مزید کہا کہ سلسلہ نقشبندیہ ہندوستان میں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے ذریعہ آیا۔ اور حضرت شیخ تاج الدین، خواجہ حسام الدین اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ وغیرہ مشائخ کے ذریعہ اسے فروغ حاصل ہوا۔ اور سہروردیہ سلسلہ ہندوستان میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے ذریعہ آیا لیکن یہ سلسلہ یہاں زیادہ مقبول نہ ہو سکا۔

۲۰/ اپریل ۲۰۱۵ کو ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی، اسسٹنٹ پروفیسر، کولکاتا یونیورسٹی نے ”سماجی علوم۔ اسلامی نقطۂ نظر“ کے عنوان سے طلبہ سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا سماجی علوم کا آغاز اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہوا اور اس وقت دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں سماجیات کے تعلق سے پڑھایا جاتا ہے۔ انہوں نے Emile Durkheim کے حوالے سے کہا کہ اجتماعی شعور جب لوگوں کے ذہنوں سے ختم ہو جاتا ہے تو سماج میں بحران پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے مزید روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اسلام نے سماج کو جتنی عمدہ تشکیل دی اور صوفیائے کرام نے سماج کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل بیان ہیں۔ ہمیں ان کی زندگی کو پڑھنا اور انہی کی طرح اپنے اندر سماج کی خدمت کرنے کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔

محمد مدثر اشرفی
متعلم
البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

مبارکپور میں دعوتَ اسلامی کا بیسواں اجتماع

وقت ضرورت مسلم غیر مسلم ایک دوسرے کو خون دے کر ان کی جان بچا سکتے ہیں۔ از مفتی محمد نظام الدین رضوی

دعوتِ اسلامی حکمت و موعظت حسنہ کے ذریعہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہی ہے، جہاں احقاق حق اور ابطالِ باطل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس فریضہ کو بھی حکمتِ عملی سے انجام دیتی ہے۔ مذکورہ خیالات کا اظہار مبلغِ اسلام مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی نے مبارک پور میں منعقد ہونے والے اجتماع میں کیا۔ موصوف نے اپنی بات کی تصدیق کے لیے علامہ سعید احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الحق المبین“ کا وہ ایڈیشن پیش کیا، جو دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارہ مکتبۃ المدینہ سے چھپی ہے۔ اس میں وہابیہ اور دیابنہ کی کفری عبارتوں کا عکس ضمیمہ کے طور پر دعوتِ اسلامی نے پیش کیا ہے۔

واضح رہے کہ ۲۳/ اپریل ۲۰۱۵ء کو تبلیغ قرآن و سنت کی عالم گیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کے زیرِ اہتمام علی نگر چوراہا مبارک پور اعظم گڑھ میں ایک روزہ عظیم الشان ۲۰/ واں سالانہ اجتماع پاک کا انعقاد عمل میں آیا، جس میں متعدّد علمائے کرام اور دعوتِ اسلامی کے مبلغین نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے تحت خطاب کیا۔

دعوتِ اسلامی کا یہ اجتماع تین نشستوں میں ہوا، پہلی نشست کا آغاز بعد نمازِ عصر حافظ و قاری محمد اکرم صاحب کی تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ محمد کمال احمد قادری جامعہ اشرفیہ نے بارگاہِ رسالت میں منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا اور قاری محمد اکرم نے سنتوں بھرا بیان دیا۔ متعدّد شعرا نے نعتوں کے نذرانے پیش کیے، پھر نمازِ مغرب اجتماع گاہ ہی میں تمام شرکاے اجتماع کے ساتھ ادا کی گئی۔ بعد مغرب متّصلاً دوسری نشست کا آغاز ہوا۔ اس نشست میں مولانا احمد رضا، مولانا محمد اعظم اور مولوی محمد تنویر الہدیٰ کے سنتوں بھرے بیانات ہوئے اور متعدّد ثنا خوانوں نے دربارِ رسالت میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ پھر اجتماع گاہ ہی میں باجماعت نمازِ عشا ادا کی گئی۔

بعدِ عشا اجتماع کی آخری اور سب سے اہم نشست کا آغاز ہوا۔ مولانا محمد شعیب برکاتی نے عظمتِ والدین پر روشنی ڈالی، مبلغِ دعوتِ اسلامی، نگرانِ کابینہ محمد ابو طلحہ عطاری کا سنتوں بھرا بیان ہوا۔ پھر غلام محمد عطاری نے نعتِ پاک کا نذرانہ پیش کیا۔ محقق مسائلِ جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی سے سوال و جواب کا پروگرام شروع ہوا، مفتی صاحب نے عوام کے مسائل کا شرعی اور تشفی بخش جواب دیا، محقق موصوف نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: انسانی حیثیت سے وقت ضرورت مسلم و غیر مسلم ایک دوسرے کو اپنا خون دے کر ایک دوسرے کی جان بچا سکتے ہیں اور یہ خونی عطیہ بطور علاج پیش کرے۔

یہ سلسلہ تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔ قلتِ وقت کے باعث بہت سے سوالات کے جوابات رہ گئے۔

پھر اجتماع کی آخری کڑی دعوتِ اسلامی کے نگراں کابینات سید محمد وثیق عطاری کا خصوصی خطاب ہوا، موصوف نے گناہوں کی نحوست اور بدکاری کی ہلاکتوں سے عوام کو ڈرایا، خصوصاً کسبِ حلال پر زور دیتے ہوئے کسبِ حرام کی تباہ کاریاں بیان کیں۔

یہ پروگرام تقریباً ڈیڑھ بجے تک جاری رہا۔ اخیر میں ذکر و اذکار اور سید وثیق عطاری کی رقت انگیز دعا ہوئی اور صلاۃ و سلام پر محفل کا اختتام ہوا۔

اجتماع کی صدارت محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے کی اور نظامت مبلغِ دعوتِ اسلامی مولانا محبوب عزیزی نے فرمائی۔ ان کے علاوہ مفتی نسیم مصباحی، مولانا صدر الوریٰ مصباحی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا ازہر الاسلام مصباحی ازہری، مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، مولانا عبد الغفار اعظمی، مولانا سلطان احمد نوری، سید ارشد عطاری وغیرہم علما و مبلغین زینتِ اسٹیج تھے۔ اور سامنے ایک جمِ غفیر موجود تھا جس میں مبارک پور کے علاوہ بنارس، امبیڈکر نگر، جلال پور، ٹانڈہ، غازی پور اور فیض آباد سے آئے ہوئے لوگ بھی موجود تھے۔

جلسۂ سنگ بنیاد دار العلوم حافظِ ملت

پھلواری شریف۔ محمد اقبال قادری مطلع کرتے ہیں کہ گذشتہ ۱۳/ اپریل ۲۰۱۵ء کو دار العلوم حافظ ملت تاج نگر پھلواری شریف کے سنگ بنیاد کے موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ بنام ”عظمت صحابہ کانفرنس“ کا انعقاد کیا گیا، جس میں ہندوستان کے نامور علما، خطبا و شعرا کی تشریف آوری ہوئی۔ باعث مسرت بات یہ رہی کہ عالمی شہرت یافتہ ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سربراہِ اعلیٰ عزیز ملت حضرت علامہ حضور عبد الحفیظ صاحب قبلہ کے دستِ مبارک

(باقی صفحہ ۲۴/ پر)